دولت مند صحابہ رضی اللہ عنہم

تالیف: مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

تخریج: مولانا عمران فردوسی حفظہ اللہ



مسلم پبلیکیشنز
MUSLIM PUBLICATIONS

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دولت مند صحابہ رضی اللہ عنھم

دولت مند صحابہ رضی اللہ عنہم

مؤلف: مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

تخریج: مولانا عمران فردوسی حفظہ اللہ

مسلم پبلیکیشنز

لاہور/سوہدرہ، گوجرانوالہ

نام کتاب : -------------- دولت مند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مؤلف :-------------- مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

تخریج :--------------- مولانا عمران فردوسی حفظہ اللہ

اشاعت :..................... چھٹی بار 2009

ناشر :--------------- محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ

❀ E/399 اندرون موچی دروازہ، لاہور۔ 0322 - 4044013

❀ سوہدرہ، گوجرانوالہ

ڈسٹری بیوٹر:

دارالسلام

36 لوئر مال، لاہور

فہرست

دولت مند صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکار مقدس

دولت مند تابعین رحمۃ اللہ علیہم

دولت مند امہات المومنین رضی اللہ عنہن

دولت مند علماء وصوفیاء رحمۃ اللہ علیہم

دیباچہ

الحمد للہ! یہ رسالہ اتنا مقبول ہوا کہ پہلے دو ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گئے اور یہ تیسرا ایڈیشن شائع ہو رہا ہے۔ زمانہ انتہائی گرانی کا ہے مگر بایں ہمہ کوشش کی گئی ہے کہ کاغذ اچھے سے اچھا اور طباعت عمدہ سے عمدہ ہو۔

پہلے ایڈیشن میں یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ دراصل یہ میری ان تقاریر کا مجموعہ ہے جو ''انٹر کالجیٹ مسلم برادرہڈ'' کے زیر اہتمام مسجد شاہ چراغ لاہور میں ہوئیں اور تبلیغی کلاس اچھرہ لاہور کے ان ''نوجوان طلبہ'' کے نام سے منسوب ہوئیں جو مجھ ناچیز سے تبلیغی درس حاصل کرتے رہے۔

آہ! آج ان میں سے کئی ایک میری نظروں سے اوجھل اور داغ مفارقت دے گئے ہیں۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جو بقید حیات ہیں ان کو اسلام پر زندہ رکھے۔ (آمین)

عبدہ عبدالمجید عفی عنہ
سوہدرہ یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء

پیش لفظ

''دولت مند صحابہ رضی اللہ عنہم'' ایک مقبول ترین رسالہ ہے جو الحمد للہ چھٹی دفعہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آیا ہے۔ اس رسالے میں کتاب وسنت اور تاریخ وسیر کے دلائل کی روشنی میں یہ بتایا گیا ہے کہ جائز طریقے سے دولت کمانا نہ صرف جائز ومستحسن ہے بلکہ لازمی وضروری ہے۔ اور ہمیں حصول دولت میں کسی قوم سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے۔

رسالے کا نام اگرچہ ''دولت مند صحابہ رضی اللہ عنہم'' ہے مگر اس میں دولت مند صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات کے علاوہ بیسیوں تابعین' علماء' فضلاء اور صوفیاء کے واقعات بھی یکجا کر دیے گئے ہیں۔۔۔۔صحابیات رضی اللہ عنہن میں سے بطور نمونہ چند دولت مند امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے واقعات جمع کر دیے گئے ہیں تا کہ عورتوں کو بھی رہنمائی مل سکے۔

فاضل مرتب حضرت العلام مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نے حقائق وشواہد کی روشنی میں مسلمانوں کو یہ بتایا اور سمجھایا ہے کہ وہ دولت کمانا' بچانا اور پھر اسے صحیح جگہ پر لگانا سیکھیں۔ جب تک وہ کوتاہ ہمت' کم کوش اور کام چور رہیں گے ان کی اقتصادی حالت بہتر ہوگی نہ وہ اقوام عالم میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔

آپ ایسے علماء اور صوفیاء سے اتفاق نہیں فرماتے جو قوم کو فقر' غربت' بھوک' افلاس اور غلط زہد کا درس دیتے ہیں۔ موصوف نے بدلائل یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے

مال و دولت کو قرآن مجید میں ''خیر'' اور ''فضل'' کے مبارک الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور اسے ہمارے لیے باعث قیام قرار دیا ہے۔ یہ مباحث پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ مختصر سی کتاب بمصداق ''ہر چہ بقامت کہتر بقیمت بہتر'' اپنے موضوع پر مختصر اور منفرد کتاب ہے۔

مختصر یہ کہ فاضل مرتب کی یہ خواہش ہے کہ مسلمان اپنے اکابرین کی طرز پر زندگی گزاریں۔ اپنی معاشی حالت بہتر سے بہتر بنائیں اور دوسروں کو دینے والے بنیں نہ کہ ان سے لینے والے۔ نہ صرف یہ کہ دل کے غنی ہوں بلکہ جیب اور ہاتھ کے بھی غنی ہوں۔

ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ، لاہور نے ''دولت مند صحابہ رضی اللہ عنہم'' کو نئی ترتیب وتزئین کے ساتھ شائع کیا ہے۔ فہرست کے حسین اضافے کے ساتھ آیات و احادیث وغیرہ کی ممکن حد تک تصحیح وتخریج بھی کر دی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ کتاب ''دولت مند صحابہ رضی اللہ عنہم'' اہل اسلام کے لیے بیش از بیش سودمند ثابت ہوگی۔

محمد ادریس فاروقی

مسلم پبلی کیشنز

لاہور/سوہدرہ، ضلع گوجرانوالہ، جنوری ۲۰۰۹ء

اسلام اور دولت

مسلمانوں میں عام طور پر یہ خیال رائج ہو رہا ہے کہ دنیا اور دنیا کی دولت بہت بری چیز ہے۔ اور اسلام حصول دولت اور سیم وزر جمع کرنے کے بہت خلاف ہے اور فقر و فاقہ ہی کی تعلیم دیتا ہے، چنانچہ اکثر ملاّ اور واعظ بھی اپنے وعظوں میں اسی قسم کی ذہنیت پیدا کرنے اور اسی کو تقویت دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ مسلمان دن بدن کمزور اور نادار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ افلاس ان کے سروں پر مسلط ہو رہا ہے، قرض بڑھتا جا رہا ہے، اور اغیار سونے چاندی میں کھیلتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ مسلمانوں کا وہ طبقہ جو دیندار یا روحانیت کا علمبردار کہلاتا ہے وہ تو یہی کہتا ہے کہ مسلمان دنیوی ترقی نہیں کر سکتے نہ کرنی چاہیے کیونکہ حضور ﷺ سے فقر ہی پر فخر کرنا ثابت ہے، حالانکہ "الفقر فَخرِی" (فقیری میرا فخر ہے) والی روایت قطعاً بے بنیاد ہے، اور ماہرین علم حدیث نے ثابت کر دیا ہے کہ نبی ﷺ نے اَلْفَقْرُ فَخرِی[1] نہیں بلکہ اَلْعِجْزُ فَخرِیْ[2] (عجز میرا فخر ہے) فرمایا تھا، چنانچہ امام ابن قیمؒ اور قاضی عیاضؒ نے اس کی بہت ہی خوب شرح کی ہے جس میں اس قسم کے شبہات کو دور کر دیا ہے۔

مشکوۃ المصابیح میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی ایک جامع دعا منقول ہے جس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

---

[1] انظر: تذکرۃ الموضوعات ص: (۱۷۸) فانه باطل

[2] لم اجدہ۔

((اَللّٰهُمَّ إِنِّی اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْكُفْرِ وَالْفُسُوْقِ)) [1]

''الٰہی ! میں فقر' کفر اور گناہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پاک ﷺ فقر کو کفر اور فسق کے برابر سمجھتے تھے مگر یہ زاہدوں کا طبقہ ہے جو بدستور مسلمانوں کو فقر ہی کی تعلیم دیتا چلا جا رہا ہے۔

دوسرا طبقہ جو دنیا دار کہلاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہم صرف مادی ترقی کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور مذہب کی حفاظت کے لیے ملّا اور پیر کافی ہیں۔''دنیاوی ترقی'' اسلام نے سکھائی ہے نہ سکھا سکے گا، اس لیے مادی ترقی یورپ سے سیکھنی چاہیے۔

یہ دونوں گروہ غلطی پر ہیں اور دونوں کی اصلاح و فلاح ہمیں مقصود و مطلوب ہے۔ یاد رکھیے! اسلام مادی اور روحانی دونوں قسم کی ترقیوں کا حامل ہے اگر کوئی شخص روحانی ترقی کر لے مگر مادی ترقی کا نام نہ لے تو یقیناً وہ اسلام سے اسی طرح دور ہوگا جس طرح وہ شخص دور ہے جو مادی ترقی تو کر رہا ہے مگر روحانی ترقی کا نام نہیں لیتا، یعنی دنیا دار تو بن چکا ہے مگر دینداری کو اختیار نہیں کرتا ہے۔

دین اور دنیا:

اسلام دین اور دنیا دونوں کی تکمیل چاہتا ہے اس لیے قرآن کریم میں ہمیں یوں دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے :﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [2] ''الٰہی ! ہمیں دنیا کی بھلائی بھی عطا فرما اور آخرت کی بھلائی بھی۔ اور آگ کے عذاب سے بچا لے (خواہ وہ عذاب جہنم کا ہو یا دنیا کی ذلت وخواری کا۔)''

---

① لیس حدیث زید بن أرقم بهذا اللفظ في المشكوٰة بل هو بلفظ آخر انظر:كتاب مشكوٰة· الدعوات حديث:(٢٤٦٠)واما هذا اللفظ ففى سنن النسائي وهو حديث صحيح · مع تقديم لفظ الكفر على الفقر دون ذكر لفظ الفسوق انظر حديث رقم:١٣٤٦ ......

② سورة البقرة:آيه:١٠٢

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ خود بھی یہ دعا بکثرت پڑھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔[1] اسی آیۂ کریمہ کے ساتھ حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ ہو:((خَيْرُكُمْ مَنْ لَّمْ يَتْرُكْ اٰخِرَتَهُ لِدُنْيَاهُ وَلَا دُنْيَاهُ لِاٰخِرَتِهِ))[2]

”تم میں اچھا وہ شخص ہے جو نہ اپنی دنیا کے لیے آخرت کو چھوڑے اور نہ آخرت کے لیے دنیا کو ترک کرے۔“

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اسی باب میں سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا:((لَيْسَ بِخَيْرِكُمْ مَنْ تَرَكَ دُنْيَاهُ لِاٰخِرَتِهِ وَلَا اٰخِرَتَهُ لِدُنْيَاهُ حَتّٰى يُصِيْبَ مِنْهُمَا جَمِيْعًا فَإِنَّ الدُّنْيَا بَلَاغٌ إِلَى الْاٰخِرَةِ))[3]

”تم لوگوں میں سے وہ شخص اچھا نہیں ہے جو اپنی آخرت کے لیے دنیا کو اور اپنی دنیا کے لیے آخرت کو چھوڑ دے، بلکہ اچھا وہ ہے جو دونوں کو حاصل کرے کیونکہ دنیا تو آخرت تک پہنچنے کے لیے زادِراہ ہے۔“

پس ثابت ہوا کہ دین اور دنیا لازم وملزوم ہیں۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے دین جدا اور دنیا کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ جو شخص حضور ﷺ کی اطاعت میں دیندار بننا چاہتا ہے وہ دنیا دار بھی بن جاتا ہے۔ اگر کوئی صحیح معنوں میں دنیا دار بننا چاہتا ہے تو لازماً اسے دیندار بھی بننا پڑتا ہے کیونکہ حضور ﷺ تو دین اور دنیا دونوں کے امام تھے اور ان دونوں کی صحیح تعلیم دینے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ جو لوگ دین کے خیال سے دنیا چھوڑ دیتے تھے حضور ﷺ ان سے بیزاری کا اظہار فرماتے، چنانچہ اسی

---

[1] انظر: صحيح البخاري، حديث رقم: ٦٣٨٩) دون ذكر لفظ تعليمه ﷺ الغير۔

[2] موضوع، انظر: سلسلة الأحاديث الضعيفه۔

[3] باطل، انظر: المصدر السابق ج ١ حديث رقم: ٥٠٠)

معنی میں ارشاد ہوا:

((لَا رَهْبَانِيَةَ فِي الْإِسْلَامِ))

''ترکِ دنیا کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔''

فقر سے پناہ:

اب سرور عالم ﷺ کی ان دعاؤں پر ایک نظر ڈالیں جو حضور ﷺ محض امت کو تعلیم دینے کے لیے پڑھا کرتے تھے، تاکہ امت کو فقر وفاقہ سے نفرت اور غنا، یعنی مال و دولت کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے اور اس مسئلے میں غلط ذہنیت قائم نہ ہونے پائے۔

یوں تو حضور ﷺ کی بے شمار دعائیں ہیں مگر ہم یہاں صرف ''حصن حصین'' سے ان ادعیہ مسنونہ کے وہی الفاظ نقل کرتے ہیں جو ہمارے مضمون سے متعلق ہیں۔ (مفصل دعائیں اصل کتاب سے مع حوالہ دیکھی جا سکتی ہیں۔)

((اَللّٰهُمَّ ! اجْعَلْ أَوْسَعَ رِزْقِي عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّي وَانْقِطَاعِ عُمْرِي)) [1] ''الٰہی! میرے بڑھاپے اور عمر کے خاتمے میں میرا رزق وسیع کر دے۔'' (یعنی اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں زیادہ محنت و مشقت نہیں کر سکتا۔)

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ غِنَايَ وَغِنَا مَوْلَايَ)) [2]

''الٰہی میں تجھ سے اپنی غنا اور اپنے ساتھیوں کی غنا کی درخواست کرتا ہوں۔''

((اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى دِيْنِي بِالدُّنْيَا وَعَلَى اٰخِرَتِيْ بِالتَّقْوٰى)) [3]

''الٰہی! میرے دین کی دنیا سے اور آخرت کی تقوے سے مدد کر۔''

---

① ضعیف، أنظر: ضعیف الجامع الصغیر وزیادته، برقم ((١٦٦٣))

② ضعیف، انظر: سلسلة الحادیث الصعیفة، رقم، (٢٩١٢)

③ ضعیف، أنظر: كشف الخفاء ج ١ ص ١٨٥

((اَللّٰهُمَّ ! إِنِّیْ أَسْئَلُكَ فَرْجًا وَّ رِزْقًا وَاسِعًا وَالْعَافِيَةَ مِنْ جَمِيْعِ الْبَلَاءِ)) ①

"الٰہی! میں تجھ سے کشائش طلب کرتا ہوں اور وسیع رزق چاہتا ہوں اور ہر مصیبت میں سلامتی (کی دعا کرتا ہوں۔)"

((اَللّٰهُمَّ! إِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُؤْسِ وَالتَّبَاؤُسِ)) ②

"الٰہی! میں مفلسی اور اس کی خواری سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

((أَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ فَقْرٍ يُّنْسِيْنِیْ)) ③

"میں ہر قسم کے فقر سے تیری پناہ چاہتا ہوں کیونکہ فقر و فاقہ (محتاجی) تو تیری یاد سے غافل کرنے والی چیز ہے۔"

((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ الْجُوْعِ فَإِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِيْعُ)) ④

"الٰہی! میں بھوک سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ بے شک بھوک (فقر و فاقہ) بدترین ساتھی ہے۔"

((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ بَطَرِ الغِنٰی وَمَذَلَّةِ الْفَقْرِ)) ⑤

"الٰہی! میں تیری پناہ چاہتا ہوں دولت کے تکبر سے اور محتاجی کی ذلت سے۔"

یہ اور اس قسم کی بہت سی دعائیں ہیں جو کتب احادیث میں موجود ہیں جن سے صاف واضح بلکہ سورج کی طرح روشن ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ ہمیشہ کے لیے فقر و فاقہ سے پناہ مانگتے رہے، امت کو اس کی برائیوں سے ڈراتے رہے اور وسعت رزق کی نہ صرف دعائیں مانگتے رہے بلکہ عملی جدوجہد بھی کرتے رہے جس

---

① لم أجده

② لم أجده

③ ایضاً

④ ضعيف، أنظر، الضعيفه، رقم (٢٩٠٨)

⑤ لم أجده

کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

قرآن سے اکتساب زر کی ترغیب:

اب ذرا قرآن کریم پر بھی ایک نظر ڈالیے اور دیکھیے کہ قرآن کریم دولت کے متعلق کیا نظریہ پیش کرتا ہے۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہے:

﴿أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾ [1]

''اللہ تعالیٰ نے تمہاری دولت کو تمہارے لیے باعث قیام بنایا ہے۔'' (مطلب یہ کہ اگر تمہارے پاس دولت نہیں تو تم کھڑے ہونے کے قابل نہیں......)

پھر بطور احسان فرماتا ہے:

﴿وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ [2] ''وہ اموال اور اولاد کے ذریعے سے تمہاری مدد کرتا ہے۔'' یعنی اس نے مال و دولت اور اولاد سے تمہاری مدد کی اور قوت بہم پہنچائی۔

پھر سورۂ جمعہ میں حصول دولت اور تلاش معاش کو اپنا فضل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ [3] ''تو جب نماز ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو'' تو جب نماز ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو'' یعنی اللہ کے فضل (کاروبار، تجارت، تلاش معاش، حصول زر) کی تلاش میں لگ جاؤ۔

پھر اسی دولت کو ''خیر'' کے لفظ سے بھی تعبیر کیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ﴾ [4]

---

1. سورة النساء، آية رقم (٥)
2. سورة نوح، آية رقم (١٢)
3. سورة الجمعة، آية رقم (١٠)
4. سورة البقرة، آية رقم (١٨٠)

”اگر تم میں سے کوئی خیر (مال و دولت) چھوڑ کر مرے تو اس پر وصیت کرنا فرض ہے۔“

دوسری جگہ پھر ارشاد فرمایا:

﴿يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ ......﴾ ①

”وہ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دیجیے کہ جو تم خیر (مال) سے خرچ کرو تو ماں، باپ، اقرباء، یتامی، مساکین اور مسافروں پر خرچ کرتے ہو۔“

ان آیات کریمہ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ دولت کو اللہ تعالیٰ نے ”فضل“ اور ”خیر“ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے مذموم یا برا نہیں کہا، جیسا کہ آج کل ہمارے بعض لوگ اسے برا قرار دے رہے ہیں۔

حدیث سے اکتساب زر کی ترغیب:

احادیث نبویہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کہہ کہہ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تلاش معاش، کسب حلال، کاروبار اور تجارت کی ترغیب دلایا کرتے اور بے کاری، تعطل، غلط توکل اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے بچایا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص کو کچھ نہ کچھ کام کرنا چاہیے، دوسروں کے بھروسے پر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

((إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ)) ②

”سب سے پاکیزہ مال وہ ہے جو تم اپنی کمائی سے کھاتے ہو۔“

صحیح بخاری کے الفاظ یوں ہیں:

((مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ)) ③

---

① ایضاً آیۃ رقم (۲۱۵)

② صحیح، انظر: ارواء الغلیل، رقم (۸۸٦) و (۱۹٤٦)

③ صحیح البخاری، کتاب البیوع، رقم (۲۰۷۲)

''کوئی شخص جو بھی کھاتا ہے مگر کبھی بھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھاتا۔''

پھر فرمایا:

((كَسْبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَالْفَرِيْضَةِ))[1]

''فرائض (پنجگانہ) کے بعد ہر مسلمان پر کسب حلال فرض ہے۔''

ایک روایت میں یوں ہے:

((طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ))[2]

''طلب حلال ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

''کنز العمال'' میں ہے:

طلب الحلال جهاد[3] ''حلال مال کا طلب کرنا (ثواب میں) بمنزلہ جہاد کے ہے۔'' (اس دور میں تو واقعی جہاد ہے کیونکہ حلال وحرام کی تمیز قریب مٹ چکی ہے۔ فاروقی)

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

((اِسْعَوا فَإِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ)) (مسند احمد)[4]

''(معاش کے لیے) کوشش کرو کیونکہ اللہ نے تم پر کوشش کرنا فرض کیا ہے۔''

پھر ارشاد ہوا:

''جو شخص اپنے معاش کے لیے دوڑ دھوپ اور کوشش کرتا ہے تو گویا وہ اللہ کی راہ میں ہے۔''

یہ بھی ارشاد ہوا:

((اَلْعِبَادَةُ سَبْعُوْنَ بَابًا أَفْضَلُهَا طَلَبُ الْحَلَالِ))[5]

---

1. ضعیف، أنظر: ضعیف جامع الصغیر وزیادته، رقم (۳٦٢٠)
2. ضعیف، أنظر: سلسلة الاحادیث الصعیفة، رقم (۳۸۳٦)
3. ضعیف، أنظر: المصدر السابق نفسه ۔ رقم (۱۳۰۱)
4. ضعیف، أنظر: صحیح الجامع الصغیر، رقم (۹٦۸)
5. ضعیف، أنظر: کشف الخفاء ج (۲) ص (۵۳)

”عبادت کے ستر درجے ہیں اور ان میں افضل ترین درجہ کسب حلال ہے۔“

ایک مرتبہ کچھ لوگ ایک شخص کی تعریف کر رہے تھے کہ وہ بڑا عابد و زاہد ہے، دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات عبادت میں گزار دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن رہے تھے۔ ”پوچھا: پھر وہ کھاتا کہاں سے ہے؟“ عرض کی گئی کہ اس کا ایک بھائی ہے جو کما کر لاتا ہے وہ خود بھی کھاتا ہے اور اس کو بھی کھلاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم جانتے ہو ان دونوں میں بہتر کون ہے۔“ عرض کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَخُوْهُ اَفْضَلُ مِنْه ”(اللہ تعالیٰ کے ہاں) اس کا بھائی درجے میں اس سے افضل ہے۔“ [1]

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بے کار دیکھا تو ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يَرَى الْعَبْدَ مُحْتَرِفًا)) [2]

”یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو صنعت و حرفت کی حالت میں دیکھتا ہے تو بہت خوش ہوتا ہے۔“

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمانے کے طریقوں پر روشنی ڈالی۔ انصار مدینہ زمیندار تھے، ان کو کاشتکاری کی ترغیب دلائی اور فرمایا:

((مَنْ كَانَ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا)) (بخاری و مسلم) [3]

”جس کی زمین ہو تو وہ اس میں زراعت کرے۔“

پھر فرمایا:

((اِحْرَثُوْا فَإِنَّ الْحَرْثَ مُبَارَكٌ)) (أبو داود) [4]

---

[1] لم أجده

[2] ضعيف أنظر: سلسلة الأحاديث الضعيفة، رقم: (١٣٠١)

[3] أنظر: صحيح البخاري كتاب والمزارعة، رقم (٢٣٤١)

[4] ضعيف: ضعيف الجامع الصغير، رقم (١٩٧)

"کھیتی باڑی کرو اس میں بڑی برکت ہے۔"

مہاجرین تجارت پیشہ تھے ان کو تجارت پر توجہ دلائی، تجارت کے فضائل بیان کیے اور تجارت کے سبق دیے۔ اور عام مسلمانوں کو بھی جن کے پاس زمین نہیں تھی' انہیں تجارت ہی کی طرف متوجہ فرمایا، تجارت کی ضرورت و اہمیت بتلائی اور ان کو تجارت کی طرف مائل کرنے کے لیے بڑے بڑے فضائل بیان فرمائے اور یہاں تک فرمادیا کہ

((اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْأَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ)) [1]

"نہایت سچا امانتدار تاجر قیامت کے دن نبیوں' صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔"

سبحان اللہ! کتنا اونچا درجہ ہے سچے امانتدار تاجر کا۔۔۔ اس سے زیادہ فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے؟ ایک دوسری روایت ہے:

((اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ)) [2]

"قیامت کے دن راست باز تاجر کا مقام زیر عرش الٰہی ہوگا۔"

ہمیں دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ اہل اسلام نے آج صحیح تجارت چھوڑ دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ برکات سے محروم اور معاشی طور پر پسماندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو سمجھ دے۔

چنانچہ حضور ﷺ کے ارشاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تجارت کی اور ایسی کی کہ دنیا میں کوئی قوم اس کی نظیر پیش نہ کر سکی۔ تفصیل دوسرے باب میں دیکھ لیجیے مگر آہ! ہم نے حضور پاک کے ارشادات سے کوئی سبق نہ لیا اور سنت نبوی کے اس پہلو کو ایسا چھوڑا کہ بھول کر بھی اس کا نام نہ لیا بلکہ اسے اپنے لیے باعث توہین سمجھا جس

---

① صحیح، أنظر: الصحیحة، رقم (۲٤٥٣)

② موضوع، أنظر: سلسلة الأحادیث الضعیفة، رقم (۳٤۰٥)

کا خمیازہ ہمیں آج بھگتنا پڑا۔ دوسری قومیں ترقی کرتی جا رہی ہیں اور ہم غربت و افلاس کا شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

دولت کی ضرورت و اہمیت:

سنن ابی داؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک موقع پر دین کی حفاظت اور فراہمی مال و زر کے ضمن میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَّقِيَ دِيْنَهُ وَ عِرْضَهُ بِمَالِهِ فَلْيَعْمَلْ)) [1]

"تم میں سے جو شخص مال و زر سے اپنے دین اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کر سکے، وہ ضرور کرے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ دین کی حفاظت کے لیے دولت کی ضرورت ہے۔ دین کی صحیح طور پر حفاظت وہی کر سکے گا جس کے پاس دولت ہو گی اور اگر کسی کے پاس دولت نہ ہو گی فقر ہی فقر ہو تو خطرہ ہے کہ دین کی حفاظت کرنا تو رہا ایک طرف کہیں بھوک کی وجہ سے وہ کافر ہو کر نہ مرے، چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَكَادُ الْفَقْرُ أَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا)) [2]

"قریب ہے کہ فقر و فاقہ اور غربت و افلاس (مسلمان) کو کافر کر دے۔"

یعنی اس سے ایسے اعمال و افعال سرزد ہونے لگیں جو ایک مومن کی شان کے خلاف ہوں، مثلاً: چوری، ڈکیتی، رشوت، حق تلفی وغیرہ۔ یہ سب کچھ پیٹ ہی کے لئے ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ "مرتا کیا نہ کرتا" اس مفہوم کی فارسی مثل ہے: تہی دست روسیاہ، یعنی جس کے پاس کوئی پائی پیسہ نہ ہو وہ روسیاہ اور ذلیل ہوتا ہے۔

---

[1] موضوع۔ أنظر: سلسلة الأحاديث الضعيفة، رقم (٨٩٩) وضعيف جامع الصغير، رقم (٥٣٩٩)

[2] ضعيف أنظر: المصدر السابق، أما الأول برقم (٤٠٨٠) وأما الثاني، رقم (٤١٤١)

پس ضروری ہے کہ مسلمان اپنے ایمان اور اسلام کی خاطر دولت کمائے اور دولت سے دین کی حفاظت کرے کیونکہ دین کی صحیح تکمیل بھی دولت سے ہوتی ہے اگر دولت نہ ہوتو دین بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ ارکان اسلام ہی کو دیکھو! نماز تو آپ دولت کے بغیر پڑھ سکتے ہیں مگر زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتے نہ حج کر سکتے ہیں۔ جس طرح نماز کے لیے وضو شرط ہے اسی طرح زکوٰۃ کے لیے دولت ضروری ہے۔ بغیر وضو نہ نماز ہو سکتی ہے نہ بغیر دولت زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ وضو کے لیے تو پانی تلاش کرتے ہیں جہاں سے بھی فراہم ہو مہیا کر لیتے ہیں کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی مگر زکوٰۃ کے لیے فراہمی زر کی کوشش نہیں کرتے، حالانکہ قرآن کریم میں جہاں اقامت صلوٰۃ کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی ادائے زکوٰۃ کا بھی حکم ہے۔ جگہ جگہ ارشاد ہوا ہے: ﴿أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ [1] ہر جگہ قرآن مجید میں نماز اور زکوٰۃ کا حکم اکٹھا آیا ہے، پھر ایک چیز پر تو آپ عمل کر لیتے ہیں اور دوسری سے ناداری کی آڑ لے کر چشم پوشی کر جاتے ہیں۔ حصول دولت کی کیوں کوشش نہیں کرتے، تاکہ ہم دوسرا رکن (زکوٰۃ) اور اگلا رکن حج بھی ادا کر سکیں؟ ان نیک مقاصد کے لیے دولت کمانا باعث برکت و عزت بھی ہے اور ضروری بھی ہے۔

اگر آپ محنت سے جی چراتے اور دوسروں کی جیبوں پر نظریں جمائے بیٹھے رہتے ہیں تو ذرا غور کر لیں کہیں آپ اس حکم کے تحت تو نہ آئیں گے؟ جو یہود کے خصائص میں سے ہے: ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ﴾ [1] یعنی ”کچھ باتیں تو مان لیتے ہو اور کچھ نہیں مانتے۔“ صرف مرضی کے احکام شرع پر عمل کرتے ہو، سب پر عمل نہیں کرتے۔ بیان کردہ بات ذہن نشین رکھنے کے ساتھ یہ

---

① سورة البقرة، آية، رقم (٤٣)

بات بھی یاد رکھیے کہ اسلام نے جہاں دولت کمانے پر زور دیا ہے وہاں اس کی حفاظت و نگرانی بھی ضروری قرار دی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کھلے لفظوں میں دولت جمع کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ)) [2]

''جو شخص اپنے مال کی حفاظت اور نگرانی میں (چوروں یا ڈاکوؤں کے ہاتھوں) مارا جائے وہ شہید ہے۔'' یعنی اسے ایک قسم کی شہادت کا درجہ مل جاتا ہے۔ یہ مرتبہ بھی مال ہی کی بدولت ملتا ہے۔

اور یہ بات ہرگز نہ بھولیں کہ یہ دولت وہ ہے جو اسلام کے لیے کمائی جائے اور اسلام کے لیے جمع کی جائے، یعنی جب کوئی اسلامی ضرورت درپیش ہو تو اس دولت کو خرچ کرنے سے کسی صورت گریز نہ کیا جائے اور اسے اپنے لیے ہرگز مخصوص نہ سمجھا جائے ورنہ پھر یہ دولت عذاب بن جائے گی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں انہیں دنیا سے قطعاً محبت نہ تھی، وہ سونے چاندی سے نفرت کرتے تھے اور سرمایہ داری کو بہت برا سمجھتے تھے کسی نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ذکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

((يَا أَبَاذَرٍّ إِنَّهُ لَا يَضُرُّكَ مِنَ الدُّنْيَا مَا كَانَ لِلْآخِرَةِ إِنَّمَا يَضُرُّ مِنَ الدُّنْيَا مَا كَانَ لِلدُّنْيَا)) [3]

''ابوذر! دنیا کا جتنا حصہ تم آخرت کی نیت سے حاصل کرو گے اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ دنیا کا صرف وہ حصہ مضر (نقصان دہ) ہے جس سے صرف دنیا ہی مقصود ہو۔''

---

(1) ایضاً..... آیة رقم (۱۸۵)

(2) أنظر: صحيح البخاري، كتاب المظالم، رقم (۲٤۸۰)

(3) ..... أنظر كنز العمال، ج ۳ رقم (۸۵۸۹)

دنیا کی تصریح اور تشریح کرتے ہوئے مولانا رومی رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

''یعنی دنیا سیم و زر اور زن و فرزند کا نام نہیں ہے، بلکہ دنیا تو اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جانے کا نام ہے۔''

اگر کوئی شخص اللہ سے غافل نہ ہو اور ارکان اسلام کا پابند رہ کر مال و دولت جمع کرے تو وہ اس سے دنیا دار نہیں ہوگا بلکہ دیندار ہی کہلائے گا۔ ایسے ہی لوگوں کی شان میں یہ ارشاد ہوا ہے:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ①

''یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ کے ذکر سے نہ کوئی تجارت غافل کر سکتی ہے نہ کوئی خرید و فروخت روک سکتی ہے۔''

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ)) ②

''مالِ صالح مردِ صالح کے لیے بہت بہتر ہے۔''

ایک حدیث میں ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ)) ③

''یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے محبت کرتا ہے جو پرہیز گار، غنی اور گوشہ نشین ہو۔''

پس مومن قانت کی شان یہی ہے کہ وہ دولت کمائے اور خوب کمائے اور پھر یہ کہے:

---

① سورة النور، آية رقم (٣٧)

② أنظر: مسند أحمد ج ٤ ص (٢٠٢) وكشف الخفاء ج ٢ ص (٣٢٠)

③ صحيح، أنظر: صحيح الجامع الصغير، رقم (١١١٢)

﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [1]

مطلب یہ ہے کہ میں اور میری اولاد، میرا مال، میری نماز، میری موت، میری حیات سب اللہ ہی کے لیے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہوں۔

دولت کمانا، کھانا، اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور اولاد کے لیے چھوڑ جانا، یہ سب مسنون طریق ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ائمۂ عظام رحمھم اللہ اور اولیائے ذی الاحترام نے ان سب باتوں پر عمل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب احکام پر پابند رہنے کا حکم دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب بیمار ہوئے تو اپنی تمام جائیداد جو لاکھوں میں تھی اللہ کی راہ میں وقف کر دینا چاہتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رائے طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ تم زیادہ سے زیادہ ایک تہائی دے سکتے ہو، اپنے وارثوں کا حق چھین نہیں سکتے۔

پھر ارشاد ہوا:

((إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ)) (بخاري و مسلم) [2]

"اپنے وارثوں کو مفلس اور دوسروں کا دست نگر چھوڑنے سے بہتر اور افضل یہ ہے کہ انہیں مالدار چھوڑ کر جاؤ۔"

الغرض قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو بالاستیعاب پڑھنے کے بعد ایک مسلمان اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ دولت کے متعلق جو اصول اور قانون اسلام نے وضع کیے ہیں ان کا عشر عشیر بھی کسی دوسری کتاب یا مذہب میں نہیں پایا جاتا۔ قرآن مجید میں کہیں تجارتوں کا ذکر ہے، کہیں لین دین کا ذکر

[1] سورة الأنعام: آية رقم (١٦٢)

[2] أنظر: صحيح البخاري، رقم (١٢٩٥) وصحيح مسلم، كتاب الوصية، رقم (٤٢١٥)

ہے، کہیں وصایا کو فرض اور ضروری قرار دیا گیا ہے، کہیں مال متروکہ کے حصے گنوائے گئے ہیں، کہیں عورتوں کے مہر میں سونے کا ڈھیر دینے کا تذکرہ ہے، کہیں اموال کی حفاظت کے لیے تحریر اور گواہی کو ضروری بتایا گیا ہے، کہیں اموال کا ٹھیک ٹھیک انتظام نہ کرنے والوں کے لیے ولی مقرر کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ یہ ساری باتیں بتاتی ہیں کہ اسلام نے ''مال و دولت'' کو بہت اہمیت دی ہے اور اس کی حفاظت کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

ہاں! اگر کہیں اس کی تحقیر و مذمت ہے تو وہ صرف اس لیے کی ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کا مقصد صرف حصول زر اور فراہمی مال ہی کو نہ سمجھ لیں، یا اس کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ سے غافل نہ ہو جائیں کیونکہ یہ انداز کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا ورنہ فی نفسہ دولت میں کوئی برائی نہیں اور ویسے تو اللہ کی یاد سے غافل کر دینے والی ہر چیز مذموم اور بری ہے۔ دولت ہی میں اس کا کیا حصر ہے؟

دولت مند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کون نہیں جانتا کہ اسلام کا بہترین زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ تھا، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

((خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ)) [1]

"سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا ہے جو ان سے ملے، پھر ان کا جو ان سے ملے۔"

وہی زمانہ تھا جب قرآن کریم کی تعلیم صحیح معنوں میں رائج تھی اور قرآن کریم پر پورا پورا عمل ہوتا تھا۔ انہیں لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے براہ راست قرآن عزیز کی تعلیم دی اور اپنے فیض تربیت سے مستفیض فرمایا، چنانچہ انہیں کی شان میں ﴿رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ﴾ [2] "اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ پر راضی ہو گئے۔" جیسی آیات قرآنی نازل ہوئیں اور صحابہ کے بارے میں روایت أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ [3] "میرے اصحاب ستاروں کی طرح (راہنما) ہیں چنانچہ تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے"

---

[1] انظر: صحیح البخاری: ۲۶۵۲، صحیح مسلم: ۶٤٦٧

[2] سورۃ التوبۃ: آیۃ رقم (۱۰۰)

[3] ضعیف ہے، چنانچہ محدث عصر علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
یہ حدیث باطل اور اس کی سند انتہائی کمزور ہے جیسا کہ میں نے سلسلہ الاحادیث الضعیفہ کی حدیث ۵۰ میں اس کی وضاحت کی ہے۔

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ)) [1]

نیز اس زمانہ کے لوگوں کی خوبی اس حدیث صحیح سے بھی آشکارا ہوتی ہے جس کا اوپر ذکر آ چکا ہے:

((خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ)) [2]

''سب زمانوں میں سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا زمانہ جو اس سے متصل ہوں گے پھر ان کا زمانہ جو ان سے ملے ہوں گے۔''

ہمارا فرض ہے کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پڑھیں اور دیکھیں کہ انہوں نے کیونکر زندگی بسر کی۔ انھوں نے دولت و ثروت پر فقر و فاقہ کو ترجیح دی یا روحانی ترقی کے ساتھ مادی ترقی کو بھی ضروری سمجھا یا انھوں نے دونوں کو لازم و ملزوم گردانا؟

ہم اس ضمن میں بطور ''مشتے نمونہ از خروارے چند'' جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت میں سے صرف وہ واقعات جو ''مال و دولت'' سے تعلق رکھتے ہیں، تاریخ کی روشنی میں آپ کے سامنے لانا چاہتے ہیں تاکہ آپ دیکھیں اور انصاف کریں کہ اسلام کی وہ مقدس ترین ہستیاں جن پر آج دنیائے اسلام کو بجا طور پر ناز ہے کیونکر روحانی مراتب و درجات طے کرتی رہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مادی اور دنیوی ترقی میں بھی یہود و نصاریٰ کے بڑے بڑے سرمایہ داروں کو کس طرح شکست دیتی رہیں۔

ہم اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے شک دولت کماتے تھے اور ''دولت اور اسلام'' کو لازم و ملزوم سمجھتے تھے مگر وہ دولت کو اپنی ذات یا نفس کے لیے جمع نہ کرتے تھے اور دولت میں اتنے منہمک یا مستغرق نہ ہو

---

[1] صحیح، أنظر سنن ابی داؤد، کتاب السنه، رقم (٤٦٠٧)

[2] أنظر: صحیح البخاری، کتاب الشهادات، رقم (٢٦٥١) و رقم (٣٦٥٠) و (٦٤٢١) و (٦٦٩٥) و صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم رقم (٦٤٦٧) الی (٦٤٧٨)

جاتے تھے کہ اللہ اور رسول ﷺ سے غافل اور دین اسلام سے دور ہو جائیں بلکہ ان کی دولت قوم، مذہب اور اسلام کے لیے ہوتی تھی۔ ان کے حالات جو آ گے آ رہے ہیں ان سے آپ کو خود بخود اندازہ ہو گا کہ ان کی دولت کس لیے تھی۔ ان کے مصارف کیا تھے؟ اور آج ہمارے مصارف کیا ہیں۔۔۔۔۔؟

اس کے ساتھ ہی ہم یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا ابتدائی دور (مکی زندگی کی محکومی کا دور) بہت غربت و افلاس اور کسمپرسی کا دور تھا۔ جونہی انھوں نے ہجرت کی اور حضور ﷺ کی تعلیم کے مطابق کاشتکاری اور تجارت شروع کی تو ان کی حالت بدلنا شروع ہو گئی اور چند ہی سالوں میں وہ سونے چاندی میں کھیلنے لگے۔

مگر جوں جوں زمانہ بڑھتا گیا ان کا تموُّل (دولتمند ہونا) بھی ساتھ ہی ساتھ بڑھتا گیا جس کا ثبوت آپ کو خلیفہ دوم اور سوم حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے حالات میں نظر آئے گا۔

المختصر اب ہم اس التزام سے کہ تاریخی حوالہ جات ساتھ ساتھ ہوں کچھ حالات قلمبند کرتے ہیں تا کہ آپ کو ان کی صحت کا یقین ہو جائے اور اپنے حالات کے زیر اثر اسے محض افسانہ تصور نہ فرمائیں بلکہ حقائق سمجھیں کیونکہ مستند مؤرخین کے ہاں جھوٹ، کذب اور افسانہ طرازی گناہ عظیم کے مترادف ہوتی ہے

صافی دلاں ندانند آئین پردہ پوشی   آئینہ زشت و زیبا ناچارے نمائد

دولت مند صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکار مقدس

(1) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

آپ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی تھی اور آپ ہی کے متعلق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((أَنْتَ أَمِينٌ فِيْ أَهْلِ السَّمَآءِ وَ أَمِيْنٌ فِيْ أَهْلِ الْأَرْضِ))[1]

''تو اہل آسمان میں بھی امین ہے اور اہل زمین میں بھی امین ہے۔''

آپ کو تجارت کا بہت شوق تھا، چنانچہ مدینہ منورہ پہنچتے ہی آپ نے ایک معمولی سی دوکان کھولی۔اس سے بتدریج اتنی ترقی کی کہ شاید ہی دنیا میں کسی نے اتنی ترقی کی ہو۔ذیل کے واقعات سے آپ کی دولت وتموّل کا ہلکا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(1) سورۂ توبہ کے نزول پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دلائی تو جہاں دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے حسب استطاعت کچھ نہ کچھ خیرات کی وہاں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم پیش کیے، حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ آپ کا کاروبار ابتدائی منازل طے کر رہا تھا۔

(أسد الغابہ ج ۳)

---

[1] ضعیف، أنظر: المطالب العالیة ج(٤)ص(٢٦٤)قال البوصیری (٢٠٦/٩) رقم (٧٥٢٣) رواہ احمد بن منیع بسند ضعیف بضعف أبی المعلی الجزری

(2) ایک بار حضور سرور کائنات ﷺ نے غلاموں کو آزاد کر دینے کی تحریک فرمائی تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک ہی دن میں تیس غلام آزاد کر دیے، حالانکہ ایک ایک غلام کئی کئی ہزار میں خریدا گیا تھا۔ (أسد الغابہ)

اگرچہ آپ کے کاروبار کا زیادہ تر انحصار تجارت پر تھا مگر کچھ نہ کچھ زمینداری کا سلسلہ بھی تھا۔ خیبر کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی آپ کی بہت سی زمین تھی۔ صرف ایک مقام ''جرف'' کے کھیتوں میں بیس اونٹ آبپاشی کا کام کرتے تھے۔ اسی سے دوسری زمینوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ (سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم)

(3) ایک بار مسلمانوں کو جہاد کے لیے کچھ گھوڑوں کی ضرورت تھی اس زمانے میں آپ کے پاس خاصی تعداد میں گھوڑے تھے آپ سے درخواست کی گئی تو آپ نے پانچ سو گھوڑے اللہ کی راہ میں دے دیے۔

(أسد الغابہ ص ۳۱۲ الریاض النضرہ ص ۲۸۸ ج ۲)

ایک دوسرے موقع پر آپ نے پانچ سو اونٹ مجاہدین کی خدمت میں پیش کیے۔ (أسد الغابہ)

ایک تیسرے موقع پر آپ نے پندرہ سو اونٹ اللہ کی راہ میں پیش کیے۔

(أسد الغابہ)

قومی چندوں میں ہمیشہ آپ دوسروں سے بڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے، چنانچہ دو بار آپ نے چالیس ہزار نقد پیش کیے۔ (أسد الغابہ)

(4) ایک بار حضور ﷺ نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن! میں نے دیکھا کہ تم جنت میں بہت دیر سے داخل ہوئے ہو۔ میں نے پوچھا تو تم نے کہا کہ میں اپنے مال و دولت کا حساب دیتا رہا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا؟ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے اور عرض کی کہ حضور ﷺ! مصر کی تجارت

سے میرا ایک سو اونٹ مال و دولت سے لدا ہوا آ رہا ہے میں وہ سب کا سب مدینہ کی بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے لیے صدقہ کرتا ہوں تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میرا حساب آسان کر دے۔(منتخب کنز العمال ص ۱۲۸ ج ۵)

(5) ایک بار آپ ﷺ کا تجارتی قافلہ شام سے مدینہ آیا جس میں سات سو اونٹ تھے جو گیہوں اور دیگر اشیائے خوردنی سے لدے ہوئے تھے، آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اشارے پر سب کے سب اللہ کی راہ میں لٹا دیے۔ اور لطف یہ ہے کہ اونٹ مع کجاوے اللہ کی راہ میں دے دیے۔

(مسند أحمد ج ٦ ص ١١٥، أسد الغابہ ج ٥)

حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال پر ملال کے بعد آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ ”امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے تمام مصارف کا ذمہ دار میں ہوں گا۔“

(6) آپ رضی اللہ عنہ نے ایک بار امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو ایک فوری اور ضروری مصرف کے لیے اپنا ایک باغ دے دیا تھا جو چار لاکھ درہم میں فروخت ہوا تھا۔(سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم)

ایک بار آپ رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی خدمت میں ایک اور جائیداد پیش کی جو چالیس دینار (پونڈ) کی تھی۔ (سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم ج ۲)

(7) ایک دفعہ آپ نے ایک قطعۂ اراضی کے چالیس ہزار دینار (پونڈ) وصول کر کے سب کے سب غرباء اور مساکین میں تقسیم فرما دیے۔

(طبقات ابن سعد)

جب آپ اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے فرمایا:

”جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو صحابی شریک جنگ ہوئے تھے ان میں سے جو جو بھی اس وقت زندہ ہوں ان کو بلاؤ اور ہر ایک کو

چار چار سو دینار میری طرف سے بطور ہدیہ پیش کرو۔

چنانچہ اس وقت ایک سو سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ سب نے نہایت خوشی کے ساتھ اس وصیت سے فائدہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا حصہ لے لیا۔ (أسد الغابہ ص ۳۱۷ ج ۳)

(8) بدری صحابہ رضی اللہ عنہم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:

"اب پچاس ہزار دینار (پونڈ) اور ایک ہزار گھوڑے اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیے جائیں۔"

چنانچہ وہ بھی اسی وقت تقسیم کر دیے گئے۔ (أسد الغابہ)

(9) اتنی داد و دہش اور صدقہ و خیرات کے بعد جب آپ کی جائیداد ورثاء میں تقسیم کی گئی تو غیر منقولہ جائیداد کے علاوہ نقد کیش میں سے آپ کی چار بیویوں کو آٹھویں حصے میں سے بقول بعض ۸۰، ۸۰ ہزار دینار (پونڈ) آئے۔ (أسد الغابہ)

ایک روایت میں ہے کہ تین بیویاں تھیں چوتھی مطلقہ تھی تین بیویوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ دینار (پونڈ) وراثت میں ملا۔ (مسند أحمد ص ۱۷۵ ج ۳)

(10) ابن عیینہ سے روایت ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی جائیداد تقسیم ہونے لگی تو ان کی ایک مطلقہ بیوی کو (جسے مرض موت میں طلاق دی گئی تھی) آٹھویں حصے میں سے ۸۳ ہزار نقد ملے۔

("بدر البدور" مصنفہ قاضی محمد سلیمان صاحب پٹیالوی رحمہ اللہ)

غیر منقولہ جائیداد میں سے ہر ایک بیوی کو جو حصہ ملا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی ایک بیوی ناضر بنت الاصبغ نے جائیداد کا کچھ حصہ جو اسے ترکے میں ملا تھا جب فروخت کیا تو وہ ایک لاکھ میں فروخت ہوا۔

(طبقات ابن سعد)

آپ نے ترکے میں سونے کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں چھوڑیں کہ وہ کلہاڑیوں سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئیں اور کاٹنے والوں کے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے۔

(أسد الغابه و طبقات ابن سعد)

آپ نے جائیداد غیر منقولہ اور نقدی کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں، ایک سو گھوڑے بھی ورثہ میں چھوڑے جو آپ کے وارثوں میں تقسیم ہوئے۔ (أسد الغابه و طبقات ابن سعد)

(2) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادر زاد (بھتیجے) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد تھے۔ بہادری اور شجاعت میں سب ان کا لوہا مانتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا حواری کہہ کر پکارا۔[1]

اور ایک بار ان کا جذبہ جانبازی دیکھ کر فرمایا:

((فِدَاكَ أَبِيْ وَ أُمِّيْ))

''میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔''[2]

آپ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا ابتدائی ذریعہ معاش زراعت تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تجارت کے فضائل سن کر آپ نے تجارت بھی اعلیٰ پیمانے پر شروع کر دی۔ آپ ''ایک بول اور ایک تول'' کے اصول کے تحت تجارت کیا کرتے تھے۔ اس لیے آپ کا بیان ہے کہ مجھے عمر بھر کبھی کوئی نقصان یا گھاٹا نہیں ہوا۔ اب ذیل کے واقعات سے آپ کے تمول کا اندازہ لگا لیجیے۔

---

[1] أنظر: صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم رقم الحديث (٣١١٩) و (٢٨٤٦)

[2] أنظر: المصدر السابق، رقم (٣٧١٢)

(1) مدینہ میں آپ کے گیارہ مکانات تھے جو بڑے عالی شان تھے، بصرہ میں بھی آپ نے دو مکان بنوا رکھے تھے اور مصر و کوفہ میں بھی کئی کوٹھیاں تھیں۔ (بخاری، کتاب الجهاد)

(2) مدینہ کے آس پاس آپ کی بہت سی زمین تھی۔ خیبر میں بھی آپ کی خاصی جاگیر تھی۔ اور مقام جرف و عقیق میں بھی آپ کی بہت جائیداد تھی۔

(ابن هشام، ابن سعد ج ۳)

(3) آپ کے بے شمار غلام تھے جو کاروبار میں آپ کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے مگر ایک ہزار غلام آپ نے ایسے رکھے تھے جو روزانہ اجرت پر کام کرتے اور شام کو جو کچھ کما کر لاتے، آپ وہ سب کا سب اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور اس میں سے ایک پائی بھی اپنے لیے نہ رکھتے تھے۔

(اصابه ص ۲٦ ج ۱)

(4) ایک دفعہ ایک ضرورت کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مکان فروخت کر دیا جس کی قیمت میں چھ لاکھ درہم وصول ہوئے تھے۔

(الرياض النضره ص ۲۷۲ ج ۲)

(5) ایک بار آپ نے مصر میں زمین کا ایک قطعہ خریدا جس کی قیمت ۱۷ لاکھ ادا کی گئی۔

(6) آپ رضی اللہ عنہ نے جب انتقال فرمایا تو بائیس لاکھ روپیہ قرض نکلا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ اعتماد کرتے ہوئے عموماً اپنا مال آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع کر جاتے تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ احتیاط کے طور پر سب سے کہہ دیتے تھے کہ امانت نہیں بلکہ قرض کی حیثیت سے لیتا ہوں۔ آپ کی رقم آپ کو مانگنے پر ادا کر دی جائے گی۔ اور آپ ادا فرماتے رہے۔ اور مزید لوگ آپ کو

رقوم دیتے جاتے، چنانچہ ہوتے ہوتے اسی طرح بائیس لاکھ کے مقروض ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے غیر منقولہ جائیداد کا کچھ حصہ (حوالی مدینہ سے) فروخت کر دیا جس سے پانچ کروڑ دو لاکھ ملے۔ اس میں سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کا قرض ادا کیا گیا اور چار سال تک مسلسل موسم حج میں اعلان ہوتا رہا کہ زبیر رضی اللہ عنہ پر جس کا قرض ہو، آ کر لے لے۔

(بخاری شریف)

(7) صدقہ و خیرات اور داد و دہش کے بعد آپ کی وراثت میں جو نقد مال نکلا اس کی مقدار تین کروڑ بانوے لاکھ تھی جو آپ کی چار بیویوں اور اٹھارہ بیٹوں میں تقسیم ہوا۔ (بخاری شریف)

(8) آپ کی بیویوں میں سے ایک بیوی کو جو شرعی حصہ ملا وہ بارہ، بارہ لاکھ تھا۔

(بخاری، کتاب المغازی)

طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۷۷ میں اس کی مقدار گیارہ لاکھ بتائی گئی ہے۔

(3) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ آپ کو بھی تجارت کا بہت شوق تھا، چنانچہ تجارت کے سلسلے میں دور دراز ملکوں کا سفر کیا اور نہ صرف اعلیٰ ترین تجربہ حاصل کیا بلکہ بڑی دولت بھی کمائی۔

(1) آپ اقلیم سخاوت کے بادشاہ تھے۔ فقراء اور مساکین کے لیے آپ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ قیس بن حازم کا بیان ہے کہ ”میں نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو ”بے طلب کی بخشش“ میں کسی سے زیادہ پیش پیش نہیں دیکھا۔“

(فتح الباری ص ٦٦ ج ٧)

(2) "بیسان مالح" ایک چشمہ تھا جو مخالفین اسلام کے قبضے میں تھا۔ وہ مسلمانوں کو اس سے پانی نہ لینے دیتے تھے جس سے ان کو سخت تکلیف تھی' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک گراں قدر رقم میں اسے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

(3) غزوہ تبوک میں جبکہ مسلمانوں پر افلاس اور فلاکت کے گھٹاٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے اور وہ بہت نادار ہو چکے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے ایک گرانقدر رقم پیش کی جس کی بناء پر دربار رسالت سے آپ کو "فیاض" کا خطاب عطا ہوا۔ (أسدالغابه ص ۲۰ ج ۲)

(4) آپ کے معاش کا اصل ذریعہ تو تجارت ہی تھا مگر جب مدینہ پہنچے تو آپ نے بہت سی زمین خرید لی اور زراعت کا شغل بھی شروع کر دیا۔ عراق، عرب اور خیبر میں بھی آپ کی کافی زمین تھی، چنانچہ آپ کی پیداوار کا صحیح اندازہ روزانہ ایک ہزار دینار کے قریب تھا، یعنی تین لاکھ ساٹھ ہزار سالانہ۔ (طبقات ابن سعد)

(5) عراق کی کاشت سے چار پانچ لاکھ اور سرات کی کاشت سے ۱۰۷۹ ہزار دینار سالانہ وصول ہوا کرتا تھا۔ اور آپؓ وہ سب کا سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ (ابن سعد)

(6) ایک دفعہ آپ نے اپنی جائیداد کا کچھ حصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سات لاکھ درہم میں فروخت کیا اور روپیہ وصول کر کے سارے کا سارا رات ہی رات میں خیرات کر دیا۔ (ابن سعد)

آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ سعدیٰ بنت عوف رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ "ایک دفعہ میں نے آپ کو غمگین سا دیکھا۔ پوچھا آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ مجھ

سے کوئی خطا تو سرزد نہیں ہوئی۔" فرمایا: "نہیں تم بہت اچھی بیوی ہو تمہاری کوئی بات نہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک بڑی رقم جمع ہوگئی ہے، میں سوچ رہا ہوں کہ اسے کیا کروں اور کہاں لگاؤں؟" میں نے کہا: "اسے غرباء میں بانٹ دیجیے۔" چنانچہ اپنی لونڈی کو بلایا اور چار لاکھ کی رقم اس کے ہاتھ اپنی قوم کے غرباء میں تقسیم کرادی۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۷)

(8) بنو تیم کے تمام محتاج و تنگ دست خاندانوں کی کفالت کرنا، غریب لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی شادی کرنا، مقروض لوگوں کا قرض ادا کرتے رہنا آپ کا خاص شیوہ تھا۔

صبیحہ تیمی کا بیان ہے کہ مجھ پر تیس ہزار درہم قرض ہوگیا تھا جس سے میں بہت پریشان تھا۔ آپ نے سنا تو سارے کا سارا قرض اپنے پاس سے ادا کردیا۔

(طبقات ابن سعد)

(9) مہمان نوازی اور غرباء پروری کی یہ کیفیت تھی کہ آپ کے لنگر میں روزانہ ایک ہزار دینار کے وزن کا غلہ پکتا تھا جو مساکین کے لئے ہوتا تھا۔

(10) جب آیت کریمہ ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [1] نازل ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے سنی تو اپنا ایک باغ جو بہت خوشنما اور شاداب تھا اور جس کی سالانہ آمدنی پندرہ ہزار تھی، اللہ کی راہ میں دے دیا۔ کسی نے پوچھا "یہ کیوں؟" تو فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "جو چیز تم کو سب سے زیادہ عزیز ہے، میری راہ میں خرچ کرو، تب ہی نیکوکار بن سکو گے۔" چونکہ یہ باغ میرے دل کو بہت پسند تھا اور مجھے سب سے عزیز تھا۔ اس لیے میں نے اللہ کی راہ میں دے دیا۔" (صحیح البخاری، التفسیر)

---

[1] سورة آل عمران، آية رقم (۹۲)

(11) آپ کو امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے بھی عقیدت تھی اور ہر سال ان کی خدمت میں کچھ نہ کچھ ہدیہ پیش کرتے رہتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ''وہ ہر سال دس ہزار درہم مجھے دیا کرتے تھے اور وہ میں اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا کرتی تھی۔'' (ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۷)

(12) ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے والد نے کس قدر دولت چھوڑی؟ تو موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ''عمر بھر کی داد و دہش اور صدقہ خیرات کے باوجود بہت کچھ ہمارے لیے چھوڑا'' پوچھا گیا، تاہم کتنا؟ کہا: بائیس لاکھ درہم دو لاکھ دینار پونڈ اور اس کے علاوہ کثیر سونا چاندی، جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکا۔''

(13) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے بھائی طلحہ کے پاس بیلوں کی ایک سو کھالیں تھیں جو سونے سے لبریز تھیں۔ (طبقات ابن سعد)

یہ تو نقدی اور سونے چاندی کی تفصیل تھی۔ غیر منقولہ جائیداد اس کے علاوہ تھی جس کی کل قیمت کا اندازہ تین کروڑ درہم تھا۔ (طبقات ابن سعد)

(4) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

آپ بھی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں، اسی لیے آپ کو ''ذوالنورین'' کہا جاتا ہے۔ آپ ایک بہت بڑے تاجر تھے، چنانچہ غیر معمولی دولت اور ثروت کی وجہ سے ہی آپ کو ''غنی'' کا خطاب عطا ہوا تھا۔

(1) ابتدائی دورِ افلاس و غربت میں ایک بار آپ نے سنا کہ اہل بیت رسول چار دن سے فقر و فاقہ میں ہیں۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اسی وقت گھر گئے اور بہت سا سامان خور و نوش اور تین سو درہم لا کر بطور

نذر پیش کیے اور جب وہ قبول کر لیے گئے تو اللہ کا شکر بجا لائے۔

(کنز العمال ج ٦ ص ٢٧٦)

(2) ایک دفعہ کچھ مسلمان ناداری اور مفلسی کے باعث اداس پھر رہے تھے۔ کفار ان کا تمسخر اڑاتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزرا۔ اسی وقت چودہ اونٹوں پر سامان خورد ونوش بار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیج دیا کہ نادار مسلمانوں میں تقسیم فرما دیجیے۔ (کنز العمال ج ٦ ص ٣٧٦)

(3) آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے پاس ایک عالی شان مکان تعمیر کرایا تھا جو مدینہ کی تمام عمارتوں میں ممتاز تھا (اور اب بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے مدینہ میں مشہور ہے۔) آپ نے مختلف مقامات پر بہت سی جائیدادیں بھی خرید رکھی تھیں، چنانچہ ''البقیع'' کا وسیع قطعہ بھی آپ ہی کی ملکیت تھا جو بعد میں قبرستان کے لیے وقف کر دیا۔

(4) ایک بار مسجد کو وسیع کرنے کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے دس ہزار روپیہ میں ایک مکان خریدا اور مسجد کے ساتھ شامل کر کے اسے وسیع کر دیا جس سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور آپ کو دعائے خیر دی۔ (سیرت الصحابہ رضی اللہ عنہم)

دوسری بار آپ نے اپنے دور خلافت میں بیس ہزار روپیہ خرچ کر کے مسجد نبوی کو اور بھی وسیع کر دیا تھا۔

(5) بئر رومہ مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کا کنواں ایک یہودی کے قبضے میں تھا جس نے اس کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا اور مسلمانوں کو اس کی وجہ سے بہت تکلیف تھی۔ حضرت عثمان نے وہ کنواں تیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ (کنز العمال)

(6) مدینہ منورہ میں ایک بار قحط پڑ گیا۔ آپ کا ایک ہزار اونٹ انھی دنوں شام سے اناج لے کر آ رہا تھا۔ مدینہ کے تاجر ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر اس کی بولی دے رہے تھے اور آپ کو کئی گنا زیادہ منافع مل رہا تھا مگر آپ نے فرمایا:

''نہیں، نہیں، میں اس تجارت میں دنیا کے نفع سے آخرت کے نفع کو ترجیح دیتا ہوں اور یہ سارا نفع اونٹوں سمیت قحط زدہ لوگوں میں مفت تقسیم کرتا ہوں، تا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اس سے زیادہ نفع دینے والا کوئی نہیں ہے۔''

چنانچہ یہ کہہ کر آپ نے سارا مال اونٹوں سمیت مسلمان غرباء میں مفت تقسیم کر دیا۔

(7) جنگ تبوک میں جب حضور سرور عالم ﷺ نے چندے کے لیے اپیل کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تہائی فوج کا تمام خرچ اپنے ذمے لے لیا۔ فوج میں تیس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے شامل تھے۔ اس حساب سے گویا آپ نے تیرہ ہزار فوج کا خرچ تنہا برداشت کیا۔ اور اس کے علاوہ آپ نے دوسرے سپاہیوں کے لیے بھی ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد پیش کیے۔ حضور ﷺ آپ کی فیاضی دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ اشرفیوں کو دست مبارک سے اچھالتے اور فرماتے تھے:

((ماضرَّ عثمانَ ما عمل بعد هذا اليوم))

''آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی کام اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔''

(ترمذی و مستدرك حاكم ج ٣ ص ١٠٢)

ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ پھر آپ ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے

اور فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ قَدْ رَضِیْتُ مِنْ عُثْمَانَ فَارْضَ عَنْهُ ......))[1]

''الٰہی! میں عثمان رضی اللہ عنہ سے خوش ہوں تو بھی راضی ہو جا، پھر سب سے فرمایا کہ تم بھی آمین کہو۔'' (حاکم)

(8) ایک موقع پر آپ نے ایک جنگ میں مجاہدین اسلام کو تین سو اونٹ مع ساز و سامان عطا فرمائے تھے۔ (مسند أحمد ج ٤ ص ٥٧٠)

(9) ایک جہاد میں آپ رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوج کو ایک ہزار تین سو اونٹ مع سامان مرحمت فرمائے۔ (مسند أحمد ج ٤ ص ٥٧٠)

(10) خیبر میں آپ رضی اللہ عنہ نے دو لاکھ قیمت کی زمین مجاہدین اسلام کے لیے وقف کر رکھی تھی۔

(11) اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا رزق عطا فرمایا تھا کہ آپ ہر جمعہ کو ایک غلام خرید کر آزاد کیا کرتے تھے۔ (نزهة الأبرار ص ٤١)

(12) دوستوں اور رشتہ داروں کی بہت رعایت ملحوظ رکھا کرتے تھے۔ ایک بار عبداللہ بن خالد کی حالت کچھ نرم سی دیکھی تو تین لاکھ روپیہ دے دیا کہ اپنا کام نکال لے۔

(13) ایک دفعہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بہت بڑی رقم آپ سے قرض لی۔ کچھ دنوں کے بعد جب واپس دینے آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ''میں نے یہ رقم لینے کی نیت سے نہیں دی تھی بلکہ دوستی کے صلے میں دی تھی۔'' (طبری: ص ٣٠٣٧)

(14) حکم بن ابوالعاص جو رشتے میں آپ کے چچا تھے۔ ایک بار بہت تنگ

[1] أنظر: كنز الاعمال، ج ١١ص (٢٢٣) رقم (٣٢٨٣٨) وايضاً: حلية الاوليا، لابی نعيم.

دست ہو گئے تو آپ نے ان کی صلہ رحمی کے طور پر ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔
(طبری: ص ۲۹۵٤)

(15) جب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح مروان بن حکم سے کیا تو ان کو ایک لاکھ درہم کا عطیہ مرحمت فرمایا۔

(16) اس قدر داد و دہش کے باوجود جب آپ رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا تو ورثاء کے لیے ڈیڑھ لاکھ دینار تین کروڑ درہم نقد اور ایک ہزار اونٹ اور بہت سی جائیداد غیر منقولہ بھی چھوڑی۔

(17) آپ نے اپنے ایام خلافت میں ذاتی مصارف کے لیے بیت المال سے کبھی ایک حبہ (دانہ) تک نہیں لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سالانہ وظیفہ اخیر ایام میں پانچ ہزار درہم تھا۔ گویا ساٹھ ہزار کی گرانقدر رقم مسلمانوں کے لیے چھوڑ دی جو ایثار کا ایک نہایت اعلیٰ نمونہ ہے۔ (طبری: ۲۹۷۲)

(5) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دیگر بے شمار فضائل و محامد کے علاوہ اگر آپ کی صرف فیاضی، مہمان نوازی، مفلس و بے نواؤں کی دستگیری، مصیبت زدوں کی اعانت، قرابت داروں کی پاسداری جیسے اوصاف کو دیکھا جائے تو آپ یقیناً جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں ممتاز نظر آئیں گے۔

(1) آپ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے اور دوسرے ملکوں میں بھی تجارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ ہزاروں روپوں کا لین دین کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: الحمد للہ! میں قریش میں سب سے بڑا متموّل تاجر تھا۔ (ابن ماجہ و ابن سعد ج ۳)

(2) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس قبول اسلام کے وقت چالیس ہزار روپے نقد

موجود تھے جو سب کے سب اللہ کی راہ میں خرچ ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ارشاد فرماتے آپ خرچ کرتے چلے جاتے تھے۔ (ابن سعد)

(3) آپ رضی اللہ عنہ نے بے بہا روپیہ غلاموں پر خرچ کیا۔ جب کسی غلام کو محض اسلام کی خاطر تکلیف پہنچتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تکلیف سن کر دکھ ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ فوراً جاتے اور مالک کو منہ مانگی قیمت دے کر غلام خرید لیتے اور پھر آزاد کر دیتے جس سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوتے، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نذیریہ، جاریہ بنی مومل، نہدیہ بنت نہدیہ وغیرہ بیسیوں غلام اور کنیزیں محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اشارے سے آزاد کیے تھے۔

(4) مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے لیے جو سب سے پہلے زمین خریدی اس کی قیمت اکیلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے ادا کی تھی۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۹۲)

(5) ۹ ہجری کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ تبوک کے لیے چندے کی اپیل کی تو سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے حسب استطاعت اس میں حصہ لیا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جو کچھ موجود تھا وہ سب کچھ لا کر حاضر کر دیا اپنے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ رکھی۔ (ابو داود ص ۱۹۲)

(6) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند یوم قبل یہ فرمایا کہ "ابوبکر اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے میرا (اسلام کا) سب سے بڑا محسن ہے۔ میں نے قریباً قریباً سب کے احسان اتار دیے ہیں مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا احسان نہیں اتار سکا اس کا صلہ خود اللہ تعالیٰ ہی انہیں دے گا۔" (بخاری ج ۱)

مطلب یہ ہے کہ جتنا روپیہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری اور اسلام کی خاطر تنگی ترشی

کے زمانے میں خرچ کیا اتنا اور کسی نے خرچ نہیں کیا۔

ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

((مَا نَفَعَنِیْ مَالٌ مَّانَفَعَنِیْ مَالُ أَبِیْ بَکْرٍ))

''ابوبکر کے مال سے زیادہ کوئی مال میرے لیے اس قدر مفید ثابت نہیں ہوا۔''

(کنزالعمال ج ٦ ص ٣١٦)

(7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرضوں کا چکانا اور وعدوں کا پورا کرنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ذمے لے لیا تھا، چنانچہ جب بحرین سے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سا مال آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا کہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو وہ آئے اور مجھ سے لے لے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر روپیہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا، چنانچہ آپ نے اسی طرح سے انہیں دیا، پھر ابوبشیر مازنی کے بیان پر ان کو چودہ سو درہم عطا فرمائے۔

(طبقات ابن سعد)

(8) آپ رضی اللہ عنہ نے زمانۂ خلافت میں بیت المال کا روپیہ بھی غرباء پر اسی طرح خرچ کیا جس طرح اپنا ذاتی روپیہ خرچ کرتے تھے۔ جب آپ نے انتقال فرمایا تو بیت المال میں صرف ایک درہم باقی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خزانچی کو بلا کر پوچھا کہ شروع سے اس وقت تک خزانہ میں کس قدر مال آیا ہوگا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صدقہ کیا تو اس نے کہا دو لاکھ دینار۔ (طبقات ابن سعد)

(9) آپ اتنے فیاض تھے کہ اگر حاجت مند آتے اور بیت المال میں کچھ نہ ہوتا تو اپنے نام پر قرض لیتے اور ان کو دے دیتے، چنانچہ انتقال پر اپنے

صاحبزادے کو فرمایا کہ مجھ پر بیت المال کا چھ ہزار درہم قرض ہے۔ میرا فلاں باغ بیچ کر سب سے پہلے بیت المال کا قرضہ ادا کیا جائے۔

(ابن سعد ج ۳)

(10) آپ کے پاس خیبر میں ایک بہت بڑی جاگیر تھی اور اس کے علاوہ اطراف مدینہ اور بحرین میں بھی بہت سی جاگیریں تھیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۳۱)

مقام ''سخ'' میں آپ کا ایک عظیم الشان کارخانہ بھی تھا جس میں اعلیٰ پیمانے پر کپڑے کا کام ہوتا تھا۔ (ابن سعد)

(11) آپ کی فیاضی اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ وفات پر بھی اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کر دی کہ میری جائیداد میں سے خمس (پانچواں حصہ) غرباء اور مساکین میں تقسیم کیا جائے اور بقیہ ورثاء کو ملے۔ (کنز العمال ج ٦)

(5) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(1) آپ کا اصل ذریعہ معاش تجارت ہی تھا مگر مدینہ پہنچ کر آپ نے زراعت بھی شروع کر دی تھی۔ بایں ہمہ تجارت کو اتنی وسعت دی تھی کہ اس کی شاخیں ایران تک پہنچ گئی تھیں۔ (طبقات ابن سعد)

(2) آپ کا تجارتی مشغلہ اگرچہ ابتدائی ایام خلافت میں رک گیا تھا مگر بعد میں آپ رضی اللہ عنہ نے اسے پھر جاری کر دیا۔ ایک بار کچھ روپیہ کی ضرورت ہوئی تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے قرض طلب کیا۔ انھوں نے کہا: آپ امیر المومنین ہیں بیت المال سے قرض لے لیجیے۔ آپ نے فرمایا: میں بیت المال سے ایک پائی نہیں لے سکتا تم نے دینا ہو تو دے دو۔

(ابن سعد ج ۳ ص ۱۹۹)

(3) آپ ابتدائی دورِ خلافت میں بیت المال سے صرف دو درہم روزانہ تنخواہ لیتے تھے جس سے بمشکل کنبے کا گزارہ ہوتا تھا۔ جب آپ سے زیادہ تنخواہ لینے کے متعلق کہا جاتا تو آپ فرماتے کہ میرا حق مسلمانوں کے مال میں صرف اتنا ہے جتنا یتیم کے مال میں ولی کا ہوتا ہے۔

(کنز العمال ج ۲ ص ۳۳۰)

(4) آپ کے دور خلافت میں جب فتوحات کا تانتا بندھ گیا۔ اطراف و اکناف سے روپیہ برسنا شروع ہوا، مال غنیمت اور خمس کا ڈھیر لگ گیا اور خزانہ بھر گیا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کر دیں، جس کا مختصر نقشہ تاریخ کی چند معتبر کتب مثلاً مقریزی ص ۹۲، بلاذری ص ۴۵۳، کتاب الخراج ص ۲۴ وغیرہ سے اخذ کر کے درج کیا جاتا ہے تاکہ آپ اس سے نہ صرف بیت المال ہی کی اہمیت کا اندازہ لگا لیں بلکہ یہ بھی سمجھ لیں کہ جب عوام کو اتنی بڑی بڑی تنخواہیں مل رہی ہوں گی تو ان کی مالی حالت کیسی ہو گی؟

- حضرت عباس رضی اللہ عنہ: ۲۵۰۰۰ درہم سالانہ فی کس
- ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن: ۱۲۰۰۰ درہم سالانہ فی کس
- شرکائے بدر: ۵۰۰۰ درہم سالانہ فی کس
- جنگ بدر سے صلح حدیبیہ تک شامل ہونیوالوں کو: ۴۰۰۰ درہم سالانہ فی کس
- مہاجرین (قبل فتح مکہ تا واقعہ قادسیہ) ۳۰۰۰ درہم سالانہ فی کس
- اہل یمن: ۴۰۰۰ درہم سالانہ فی کس
- مجاہدین جنگ قادسیہ ویرموک: ۲۰۰۰ درہم سالانہ فی کس
- شرکائے بدر کی بیویوں کو: ۵۰۰ درہم سالانہ فی کس

- مختلف اشخاص بلا امتیاز مراتب ۳۰۰ درہم سالانہ فی کس
- عام مجاہدین کی بیویوں کو ۲۰۰ سے ۴۰۰ درہم سالانہ فی کس

ان تنخواہوں سے گویا سارا عرب نہ صرف خوشحال ہو گیا بلکہ اسلامی فوج بن گیا تھا۔ آپ نے غلاموں اور دودھ پیتے بچوں تک کی تنخواہیں اور وظائف مقرر کر دیے اور اس طرح تقریباً تین کروڑ روپیہ سالانہ صرف مدینہ منورہ میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ یہ اسلامی حکومت کی برکات ہیں جہاں اسلامی حکومت قائم ہو گی وہاں عدل و انصاف، امن وامان اور خوشحالی کا دور دورہ ہو گا۔

(5) ۱۵ ہجری میں جب سب کے بڑے بڑے وظیفے مقرر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بھی پانچ ہزار سالانہ وظیفہ مقرر ہوا اور یہ وظیفہ اس لیے نہیں کہ آپ مسلمانوں کے خلیفہ تھے بلکہ اس لیے کہ جب تمام بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کا پانچ پانچ ہزار وظیفہ مقرر ہوا تو آپ کو بھی بدری ہونے کی حیثیت سے پانچ ہزار وظیفہ دیا گیا۔ (فتوح البلدان)

(6) آپ رضی اللہ عنہ بڑے فیاض واقع ہوئے تھے خود تو زندگی نہایت سادگی سے بسر کرتے مگر دوسروں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ غزوہ تبوک میں آپ نے اپنا آدھا مال واسباب مجاہدین کے لیے چندے میں دے دیا تھا۔ (ترمذی)

(7) یہود بنی حارثہ سے آپ کو ایک زمین ملی تھی جسے آپ نے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ اسی طرح خیبر کی زمین بھی جو سب سے زیادہ آباد اور شاداب تھی آپ نے مسلمانوں کے لیے وقف کر دی تھی۔

(سنن أبی داود، کتاب الوصایا)

(8) آپ نے مکہ میں ایک مکان صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم میں خریدا تھا۔ (مقریزی ج ۲ ص ۱۸۷)

(۹) آپ نے خاندان نبوت سے تعلق پیدا کرنے کے لیے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے (جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں) سترہ ہجری میں نکاح کیا۔ جس کا مہر چالیس ہزار درہم ادا کیا تھا۔

(طبقات ابن سعد)

جب آپ دنیا سے رخصت ہوئے تو کاروباری سلسلے میں اسّی ہزار قرض چھوڑا جو آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فوراً ادا کر دیا۔

(7) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

(1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے وظائف مقرر ہوئے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اڑھائی ہزار وظیفہ مقرر ہوا جبکہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ (جو غلام کے بیٹے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارے تھے) کا وظیفہ تین ہزار مقرر ہوا۔ آپ نے اس پر اعتراض کیا کہ جب میں دین کی کسی خدمت میں اور جنگ میں ان سے پیچھے نہیں رہا اور میرے والد (عمر رضی اللہ عنہ) اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد زید رضی اللہ عنہ سے پیچھے نہیں رہے تو پھر اس تفریق کا سبب کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''یہ تو تم سچ کہتے ہو مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے والد کو تیرے والد سے اور ان کو تجھ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔'' (مستدرك حاكم ج ٣ ص ٥٥٩)

اس واقعے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خوب اچھی طرح پتہ چلتا ہے۔

(2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہت سی لگانی زمینوں کے مالک تھے، یعنی آج کل کی اصطلاح میں بہت بڑے جاگیردار تھے۔ (بخاری ج ٢)

(3) آپ بڑے دولتمند ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے سخی بھی تھے، چنانچہ

ایک ایک نشست میں بیس بیس ہزار روپیہ تقسیم کر دیا کرتے تھے اور دو دو تین تین ہزار کی رقمیں تو عموماً خیرات کیا کرتے تھے۔ (اصابہ)

تین چار مرتبہ آپ نے تیس تیس ہزار کی رقمیں اللہ کی راہ میں یکمشت دیں۔

(أسد الغابہ ج ٣ ص ٢٢٩)

(4) جب آیۂ کریمہ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [1] نازل ہوئی تو آپ کا ہاتھ اتنا کشادہ ہو گیا کہ گویا آپ کو اب کسی چیز سے محبت ہی نہیں رہی۔ جو آپ رضی اللہ عنہ کو سب سے پیاری اور زیادہ اچھی معلوم ہوتی وہی اللہ کی راہ میں دے دیتے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کے غلاموں اور لونڈیوں کو یہ پتہ چلا تو وہ آپ کے مقبول نظر ہونے کے لیے زیادہ خدمت کرتے اور زیادہ عبادت کرتے (کیونکہ آپ عابد لوگوں کو زیادہ پسند کرتے تھے) جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آپ انہیں آزاد کر دیتے۔ کسی نے کہا کہ جناب! وہ تو آپ کو دھوکا دینے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جو ہمیں اللہ کے لیے دھوکا دیتا ہے ہم اس کا دھوکا کھا لیتے ہیں۔''

(ابن سعد ج ٤ ص ١٢٣)

(5) آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار سے زائد غلام آزاد کیے۔ جن کی قیمت لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ٥ ص ٣٣٠)

ایک بار آپ صدقہ کر رہے تھے بیس ہزار درہم تقسیم ہو چکے کہ کچھ لوگ بعد میں آئے۔ اب آپ کے پاس اور کچھ نقد موجود نہ تھا۔ جن لوگوں کو پہلے دے چکے تھے انہیں سے کچھ رقم بطور قرض لی اور بعد میں آنے والوں کو دے دی۔

(ابن سعد: ص ١٠٩)

[1] سورة آل عمران، آية رقم (٩٢)

(6) حضرت عطا رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دو ہزار درہم قرض لیے۔ جب ادا کیے تو گنتی میں دو سو زیادہ آ گئے۔ میں جب واپس دینے گیا تو فرمایا: ''جو ہم ایک بار دے دیا کرتے ہیں، پھر واپس نہیں لیا کرتے۔'' (ابن سعد)

(7) ایک بار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے ایک لاکھ کی رقم اس خیال سے پیش کرنی چاہی کہ آپ یزید کی خلافت پر راضی ہو جائیں۔ اس وقت یہ معاملہ ابھی زیر غور تھا۔ آپ نے یہ کہہ کر رقم ٹھکرا دی کہ ''میرا ایمان اتنا ارزاں نہیں ہے۔'' (ابن سعد ص ۱۳٤)

(8) آپ اکثر بیش قیمت لباس پہنا کرتے تھے۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو پانچ پانچ سو تک کی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا ہے مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اخیر عمر میں سادگی اختیار کر لی تھی اور سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دیا تھا۔ (ابن سعد ج ٤)

(8) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا فرمائی:

((اَللّٰھُمَّ أَکْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ))[1]

''الٰہی! اس کے مال و اولاد میں فراوانی عطا فرما اور اسے جنت نصیب کر۔''

(2) اس کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انصار میں ان کو سب سے زیادہ دولت دی۔ بکریوں کی تجارت کرتے تھے مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ بکریاں کتنی ہیں؟ اور ملازم کتنے؟ یعنی بکریاں اور ملازم اس کثرت سے تھے کہ ان کی

[1] أنظر: صحيح البخاري، كتاب الدعوات، رقم الحديث (٦٣٤٤) (١٩٨٢)

تعداد کا اندازہ ہی نہیں تھا۔ بارہا ایسا ہوا کہ آپ کسی طرف نکل گئے تو جنگل میں بکریوں کے ریوڑ دیکھے، چرواہوں سے پوچھا یہ کس کی ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ حضرت انس بن مالک کی، یعنی نہ آپ چرواہوں کو جانتے تھے نہ وہ آپ کو پہچانتے تھے اور سارا لین دین کا کام ملازم ہی کیا کرتے تھے۔ کثرتِ اولاد والی دعا کا یہ اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ۸۰ بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں پوتے پوتیوں کی تعداد سو سے بھی زائد تھی۔

(3) الغرض زندگی نہایت خوشحالی سے گزری، مزاج میں نفاست اور پاکیزگی تھی، قیمتی لباس پہنا کرتے تھے، اچھے سے اچھا کھاتے، خوشبو بکثرت استعمال کرتے تھے۔ آپ نے ایک باغ بڑے اہتمام سے لگوایا تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ اس میں ایک پھول تھا جو مشک کی طرح مہکتا تھا۔ آپ نے شہر کے باہر ایک عالی شان محل بنوا رکھا تھا وہیں بود و باش رکھتے تھے۔ ایک سو بیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

(9) حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ

(1) یہ بہت متمول اور فیاض بزرگ گزرے ہیں۔ اپنے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کا بہت خیال رکھا کرتے تھے اور ہر ہفتے نقد و جنس سے ان کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ (أسد الغابہ ج ۳)

(2) ہر شب جمعہ کو کوفہ کی جامع مسجد میں غلام کے ہاتھ دیناروں سے بھری ہوئی تھیلیاں نمازیوں میں تقسیم کراتے تھے جس کی وجہ سے اکثر نمازیوں کا ہجوم رہتا۔ (أسد الغابہ)

(3) کبھی کوئی سائل آپ کے دروازے سے ناکام واپس نہیں گیا۔ اگر اس وقت کچھ نہ ہوتا تو ایک تحریری یادداشت بطور ہنڈی دے دیتے کہ جب

روپیہ آ جائے تو سائل وصول کرلے۔ (استیعاب ج ۲)

(4) ایک بار اسی طرح ایک شخص کو بیس ہزار کی ہنڈی لکھ دی تھی کہ آپ کا انتقال ہو گیا وہ آدمی ان کے بیٹے کے پاس ان کا خط لے کر حاضر ہوا تو انھوں نے بیس ہزار دے دیا۔ (استیعاب ج ۲)

(5) انتقال کے قریب آپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ مجھ پر اسّی ہزار قرض ہے وہ سب سے پہلے ادا کرنا۔ بیٹے نے پوچھا قرض کیسے ہو گیا؟ فرمایا شریف لوگ میرے پاس آیا کرتے تھے اور غیرت مندی کی وجہ سے سوال نہ کر سکتے۔ میں ان کے چہرے سے پہچان لیتا اور ان کو کچھ دے دیتا تھا، چنانچہ بیٹے نے جائیداد سے وہ سب قرضہ ادا کیا۔ (أسد الغابه ج ۲)

(10) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ مدت تک کوفہ کی وزارت خزانہ اور عہدہ قضاء پر مامور رہے۔ آپ انتظامی قابلیت، بیدار مغزی اور حساب فہمی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ علم وفضل اور فقاہت میں بھی یکتائے روزگار تھے۔

(1) آپ بڑے سخی اور مہمان نواز تھے۔ کوفہ میں ایک عالی شان مکان محض مہمانوں کی خاطر بنوا رکھا تھا۔ (طبری ص ۲۸۴۲)

(2) آپ کو سالانہ پانچ ہزار درہم وظیفہ ملتا رہا۔ جب انتقال فرمایا تو نوے ہزار درہم نقد چھوڑے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۱۳)

(3) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں آپ سے کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی جس کی بنا پر آپ کا وظیفہ رک گیا تھا مگر جب آپ نے انتقال فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غایت انصاف سے کام لے کر جس قدر بیت المال کے ذمے تھا تخمیناً ۲۵ ہزار آپ کے ورثاء کو دے دیا۔ (ابن سعد ج ۳)

(11) حضرت عباس رضی اللہ عنہ

(1) آپ قریش میں بہت بڑے مالدار تھے اگرچہ ذریعہ معاش تجارت تھا مگر قبل از حرمت سود ۱۰ ہجری تک سودی لین دین بھی کرتے رہے۔ جنگ بدر میں جب آپ محبوس ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے قیدیوں کی نسبت آپ سے بہت زیادہ فدیہ طلب کیا کیونکہ آپ سب سے زیادہ متمول تھے، چنانچہ آپ بیس اوقیہ سونا دے کر رہا ہوئے تھے۔

(مسند أحمد ج ۱ ص ۳۵٤)

(2) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نہایت فیاض' مہمان نواز' رحم دل اور قریش میں بہت زیادہ سخی اور کشادہ دست تھے اور اپنا مال اپنے رشتہ داروں پر سب سے زیادہ خرچ کرتے تھے۔ (أسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰۱)

آپ بیش قیمت کپڑے پہنا کرتے اور روسا کا سا ٹھاٹھ باٹھ رکھا کرتے تھے۔

(12) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

(1) آپ بڑے فیاض اور دریا دلی میں بے نظیر تھے۔ آپ کا دستر خوان بڑا وسیع ہوتا تھا جس کے لیے روزانہ دو اونٹ ذبح ہوتے تھے۔ جس سے ان کے تمول اور غریب پروری کا اندازہ لگ سکتا ہے۔

ایک بار کہیں جا رہے تھے راستے میں شام ہو گئی۔ مسافرانہ طور پر ایک اعرابی کے ہاں ٹھہر گئے۔ اس نے غریبانہ طور پر جو کچھ ہو سکا خاطر و مدارات کی۔ صبح جب روانہ ہونے لگے تو غلام سے پوچھا ''تمہارے پاس کچھ ہے؟'' اس نے عرض کیا: ہاں، پچیس اشرفیاں ہیں۔'' فرمایا ''اس کو دے دو۔'' غلام نے کہا: حضرت! ''دو درہم کا کھانا کھایا اور پچیس اشرفیاں دے دوں؟'' فرمایا ''بخدا! اگر اس وقت

میرے پاس اس سے زیادہ رقم بھی ہوتی تو میں اس کے خلوص بے پایاں پر وہ بھی نثار کر دیتا۔" (أسد الغابہ ج ۳ ص ۳٤۱)

(13) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

آپ کا اصل نام عمیر بن عامر ہے۔ بعض نے عبدالرحمٰن بن صخر بھی بتایا ہے۔ آپ کا ابتدائی زمانہ نہایت افلاس اور فقر فاقہ میں گزرا۔ مدتوں ایک امیر عورت بسرہ بنت غزوان کے ہاں محض روٹی کپڑے پر ملازم رہے مگر اللہ کی شان ہے کہ آپ کے اخلاق، دیانت، اور بلندی کردار کی وجہ سے بعد میں وہی عورت آپ کے نکاح میں آئی۔

(1) ایک بار قیمتی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے کہ ماضی یاد آنے پر خود ہی اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا "واہ واہ! ابو ہریرہ! آج تم کتان (ریشم کی قسم) سے ناک صاف کرتے ہو، حالانکہ کل تم مسجد نبوی میں درویشوں کے ساتھ بھوک کی وجہ سے غش کھا کھا کر گرتے تھے اور لوگ تمہاری گردن پر پاؤں رکھ کر کہتے تھے کہ ابو ہریرہ کو جنون ہو گیا ہے۔" (صحیح بخاری)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بحرین کا گورنر بنا دیا تھا۔ جب آپ کو وہاں سے واپس بلایا۔ تو ان دنوں آپ کے پاس دس ہزار روپیہ نقد موجود تھا۔

(اصابہ ج ۷ ص ۲۰٦)

(3) آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت زیادہ مہمان نواز تھے اور دوستوں کی خوب دعوت کیا کرتے تھے۔ (مسند أحمد ج ۲)

(14) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما

(1) آپ کو اپنے والد بزرگوار سے وراثت میں بہت بڑی دولت اور بہت سے

خدم و حشم (خادم و ملازم) ملے ہوئے تھے۔ طائف میں ''وہط'' کے نام سے ایک بہت بڑی جاگیر تھی۔ جس کی قیمت کا سرسری اندازہ دس لاکھ درہم تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ٣٦)

(2) آپ کی بہت سی زمین تھی جس میں زراعت کا کام نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوتا تھا۔ (أسدالغابہ ج ٣ ص ٢٣٤)

(15) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما

آپ کو اللہ تعالیٰ نے وسعت رزق کے ساتھ فیاضی اور سخاوت کی صفت بھی عطا فرمائی تھی جو اوروں سے بہت زیادہ تھی۔

(1) ایک بار ایک شخص دس ہزار درہم اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا تھا اور نہایت گڑگڑا کر دعائیں کر رہا تھا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو گھر جا کر دس ہزار درہم غلام کے ہاتھ اس کے پاس بھیج دیے۔

(2) ایک بار ایک شخص آیا اور فقر و فاقہ کی شکایت کرنے لگا۔ آپ نے منشی کو طلب فرمایا اور کہا کہ جس قدر نقد ہو لے آؤ۔ وہ دس ہزار درہم لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ پانچ سو درہم اور بھی تو تھے۔ منشی نے عرض کی: جی ہاں! وہ بھی موجود ہیں۔ فرمایا وہ بھی لا کر اسے دے دو۔

(3) ایک دوسرے موقع پر ایسا ہی ہوا۔ سائل کی حالت ناگفتہ بہ تھی آپ نے دو ہزار درہم منگوا کر اسے دے دیے۔

(فصول المهمه ورساله احوال الأئمه عشره مؤلفه شيخ عبدالحق محدث دهلوى رحمہ اللہ)

(16) حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ

حاتم طائی کی سخاوت تو زبان زد خاص و عام ہے۔ یہ انہیں کے فرزند تھے۔

اسلام لانے کے بعد بھی حضور ﷺ نے آپ کو قبیلہ طے کی امارت کے ذریعے ممتاز رکھا۔

(1) آپ باپ کی طرح بڑے سخی تھے، اللہ تعالیٰ نے کافی رزق دے رکھا تھا۔ جو شخص آپ کے رتبے سے کم سوال کرتا اسے کچھ نہ دیتے۔ ایک بار ایک شخص نے سو درہم کا سوال کیا اتنی کم رقم سن کر بولے: حاتم کا بیٹا ہوں اور تم مجھ سے صرف سو درہم مانگتے ہو؟ اللہ کی قسم ہرگز نہ دوں گا۔

(صحیح مسلم ج ۲)

(2) ایک بار شاعر آیا اور کچھ سنانا چاہا۔ آپ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ پہلے مجھے دیکھ لینے دو کہ اس وقت کیا کچھ موجود ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک ہزار مویشی، دو ہزار درہم، تین غلام اور ایک قیمتی گھوڑا موجود ہے۔ فرمایا: ہاں اب سناؤ تمہارے لیے کافی ہے۔ (استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷)

(3) ایک بار اشعث بن قیس نے آپ سے کچھ دیگیں مانگ بھیجیں۔ عدی نے انہیں بھروا کر بھیج دیا۔ اشعث نے کہلا بھیجا کہ میں نے خالی مانگی تھیں جیسے کہ میں نے بھیجی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم خالی دیگ نہیں دیا کرتے۔

(أسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳)

(17) حضرت حاطب رضی اللہ عنہ

(1) آپ نے کھانے پینے کی ایک دکان (ریسٹورینٹ) کھول رکھی تھی جس سے آپ کو نہایت کثیر نفع حاصل ہوتا رہا۔ آپ نے کئی ایک مکان بطور جائیداد بنا لیے جن پر بہت خرچ ہوا، پھر بھی انتقال پر چار ہزار دینار نقد چھوڑ گئے۔ (ابن سعد ج ۳)

(18) حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ

(1) آپ بھی بہت بڑے تاجر تھے۔ جاگیر بھی کافی تھی، آپ نے خیبر کی زمین بیچنی چاہی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم میں خرید لی۔ جس سے آپ کی دولت مندی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(طبقات ابن سعد ج ۳)

(19) حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ

(1) آپ بڑے صاحب ثروت اور صاحب ہمت تھے۔ سینکڑوں فتوحات حاصل کیں۔ جن میں آپ کو مال غنیمت کا پانچواں حصہ ملتا رہا۔ کافی دولت کمائی۔ لاکھوں روپیہ مختلف کاموں میں لگا ہوا تھا۔ مکہ کے قرب و جوار میں آپ کی بہت سی زمین اور باغات بھی تھے۔

(أسد الغابه ج ۳ ص ۱۹۲)

(2) عہد عثمانی میں آپ نے بڑے بڑے قلعے سر کیے۔ ہر موقع پر آپ کو پانچواں حصہ ملتا رہا۔ شہر ''کامرزبان'' سے دس لاکھ، ''نساء'' کے فرمانروا سے تین لاکھ، حاکم ''بہمنہ'' سے چار لاکھ، ''طوس و کفاز'' سے چھ لاکھ، ''شاہجہان'' سے ۲۲ لاکھ، ''پرگنہ شق الجرز'' سے تین لاکھ اور ''اہل بلخ'' سے تین لاکھ روپیہ وصول کر کے ان سے صلح کی تھی۔

(فتوح البلدان، بلاذری)

(3) اللہ نے جس قدر دولت دی تھی اتنے ہی فیاض بھی تھے۔ ایک بار مدینہ کے تمام انصار و مہاجرین میں ہزار ہا روپیہ بانٹ دیا۔ (استیعاب ج ۱)

(4) عرفات میں حجاج کو پانی کی تکلیف تھی۔ آپ نے بڑے بڑے حوض اور

تالاب بنوا کر ان میں نہروں سے پانی اتارا۔ اور اپنے خرچ پر مختلف مقامات پر بکثرت کنویں کھدوائے۔ (مستدرك حاكم ج ۳)

(5) بصرہ میں ایک نہر کھدوائی۔ بہت سے مکانات خرید کر ایک خوبصورت بازار بنوایا اور اس کے علاوہ کئی ایک رفاہ عامہ کے کام کیے۔

(20) حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

(1) اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی دولت دے رکھی تھی جو اکثر فیاضی اور سخاوت ہی میں خرچ ہوتی تھی۔ سیر چشمی اور دریا دلی تو گویا آپ کے خمیر میں داخل تھی۔ جزیرۃ العرب میں دس فیاض مشہور تھے، مگر عبداللہ ان سب سے زیادہ مشہور تھے۔

(2) ایک مرتبہ چند تاجر بہت سی شکر لے کر مدینہ آئے۔ بازار سرد تھا تاجروں کو نقصان کا اندیشہ ہوا۔ آپ کو پتہ چلا تو حکم دیا کہ سب شکر خرید کر لوگوں میں مفت تقسیم کر دی جائے۔ (اصابه ج ٤ ص ٤٩)

(3) ایک مرتبہ ایک عیسائی نے آپ کے سامنے کچھ اشعار پڑھے آپ رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر اس کو بہت سے اونٹ گھوڑے اور درہم و دینار دیے مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے اخلاق و فیاضی سے متاثر ہو کر حلقہ اسلام میں داخل ہو جائے۔ (استيعاب ج ١ ص ٣٥٤)

(4) ایک مرتبہ دیہی علاقے کے زمینداروں نے اپنے کسی معاملے میں آپ کو خليفة المسلمين کے پاس گفتگو کے لیے بھیجا۔ آپ کی کوشش سے فیصلہ زمینداروں کے موافق ہو گیا تو انھوں نے اس کے صلے میں چالیس ہزار کی رقم پیش کی۔ آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں نیکی اور بھلائی فروخت نہیں کرتا۔ (اصابه ج ٤)

(5) بکثرت فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے آپ اکثر مقروض ہو جایا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار آپ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے دس لاکھ کے مقروض ہو گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ والد کی یادداشتوں میں دس لاکھ کا قرضہ آپ کے ذمے معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: بالکل صحیح ہے۔ میں ہر وقت ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جب جی چاہے آ کر لے لو۔

(أسد الغابه ج ۳ ص ۱۲٤)

(21) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

(1) آپ رضی اللہ عنہ نے ابتدائی دور میں جتنی عسرت اور تنگی دیکھی آخری دور میں اتنی ہی ثروت میں فروانی ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت بڑے جاگیردار تھے۔ مدینہ منورہ میں دس میل کے فاصلہ پر مقام ''عقیل'' پر آپ نے عالی شان محلات تعمیر کرائے ہوئے تھے اور کوفہ میں بھی آپ کے بہت سے مکانات تھے۔

(2) کرایہ کے مکانات کے علاوہ آپ کو زمین کی پیداوار سے بھی اچھی خاصی آمدنی تھی، چنانچہ ایک بار آپ نے والئ مدینہ کو اپنے نقد مال کی زکوٰۃ پانچ ہزار درہم بھیجی۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۰۵)

(3) آپ رضی اللہ عنہ غرباء اور مساکین کے علاوہ مجاہدین اسلام کی بھی بہت مدد کیا کرتے تھے مگر اس دادودہش اور صدقہ و خیرات کے بعد جب آپ رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا تو آپ کے ہاں اڑھائی لاکھ روپیہ موجود تھا۔

(طبقات ابن سعد)

(22) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

(1) آپ رضی اللہ عنہ یمن کے رہنے والے تھے اور خاندانی لحاظ سے ایک ذی اثر رئیس تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں آپ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپ بصرہ کے والی مقرر ہوئے، پھر کوفے کے گورنر بنے رہے۔ پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے۔

(2) آپ کے تمول (دولت مندی) کی ادنیٰ ترین دلیل یہ ہے کہ آپ نے ایک ”حطیہ“ نامی شاعر پر خوش ہو کر اسے ایک ہزار روپیہ انعام دیا۔ (طبری)

(3) بصرہ میں پانی کی قلت تھی، آپ نے اپنے خرچ پر دریائے دجلہ سے ایک نہر کاٹ کر بصرہ تک پہنچائی جو اب تک ”نہر ابی موسیٰ“ کے نام سے مشہور ہے۔

(23) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

(1) آپ کو بہادری اور شجاعت کی بنا پر دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے ”سیف اللہ“ کا خطاب ملا۔ قریباً سوا سو لڑائیوں میں آپ نے اپنی تلوار کے جوہر دکھائے۔ جسم میں ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ تھا جو تیروں اور تلواروں کے زخموں سے چھلنی نہ ہوا ہو۔ (أسد الغابہ ج ۲)

(2) آپ مختلف اوقات میں مختلف ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔ بڑا مشاہرہ پاتے رہے آپ رضی اللہ عنہ بڑے دریا دل تھے۔ اللہ کی راہ میں بھی بے دریغ خرچ کرتے اور لوگوں کو بڑا بڑا انعام بھی دیتے تھے۔ ایک بار آپ نے اشعث بن قیس شاعر کو دس ہزار انعام دیا تھا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو حمص سے واپس بلایا تو اس وقت آپ کے پاس اسی ہزار روپیہ موجود تھا۔ (ابن اثیر ج ۲ ص ۴۱۹)

(24) حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

(1) ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس چار سو دینار اور چار ہزار درہم بطور انعام بھیجے۔ آپ نے سب رقم ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کر دی اور اپنے لیے ایک روپیہ تک نہ رکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوعبیدہ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اسے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۳۰۱)

(2) ایک بار ایک شخص آپ کو ملنے آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ زار و قطار رو رہے ہیں۔ اس نے پوچھا: حضرت یہ رونا کیسا؟ فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ہمارے تمول اور فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "ابو عبیدہ! اگر اس وقت تو زندہ رہے، تو خیال رہے کہ تیرے لیے تین خادم اور تین جانور کافی ہوں گے۔" مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ میرا گھر غلاموں سے اور اصطبل گھوڑوں سے بھرا ہوا ہے، آہ! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ (مسند أحمد)

(3) ایک بار عرب میں قحط پڑا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ۴ ہزار اونٹ غلے کے لدے ہوئے بھیجے، جو آپ رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق سب مسلمانوں میں مفت تقسیم کیے گئے۔ (طبری ص ۲۵۷۷)

(25) حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ

(1) آپ شام کے گورنر تھے اور معقول مشاہرہ پاتے تھے اور سب کا سب اللہ کی راہ میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ ان کی حالت کو دیکھ کر ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار کی تھیلی بھیجی۔ آپ نے اسلامی لشکر کو بلایا اور

ساری کی ساری رقم ان میں تقسیم کر دی۔ (أسد الغابہ ج ۲ ص ۲۱۱)

(2) دوسری دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر دس ہزار کی گرانقدر رقم بھیجی۔ آپ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ میرے گھوڑوں اور غلاموں کی آمدنی میرے لیے کافی ہے۔ میں مسلمانوں کی خدمت فی سبیل اللہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ لے لو، واپس نہ کرو۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مال دیا اور میں نے بھی یہی عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''اگر اللہ تعالیٰ بغیر سوال کے دے دے تو لے لیا کرو' وہ اس کا عطیہ ہوتا ہے۔'' (مستدرك حاكم ج ۳)

(26) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

(1) آپ مدائن کی حکومت پر سرفراز تھے۔ پانچ ہزار وظیفہ پاتے تھے اور ساری کی ساری تنخواہ غرباء و مساکین اور اہل علم میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور خود چٹائی بُن کر معاش پیدا کر لیتے تھے۔ حاکم ہونے کے باوجود ساری زندگی زاہدانہ اور درویشانہ طور پر بسر کی۔

(27) حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ

(1) آپ صحابہ رضی اللہ عنہم میں مال و دولت کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ''بنو سلیم'' کی دوکانیں آپ ہی کی ملکیت میں تھیں۔

(استیعاب ج ۱ ص ۱۳۲)

(28) حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ

(1) آپ اپنے قبیلے کے ارباب ثروت میں سے تھے۔ جب انتقال فرمایا تو

آپ کی ملکیت میں ایک ہزار اونٹ تھے۔ (أسد الغابہ ج ۳)

(29) حضرت حویطب رضی اللہ عنہ

(1) آپ مکہ کے رؤسا میں شمار ہوتے تھے۔ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے تھوڑا سا قرض مانگا تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس ہزار درہم دیے۔ (مستدرك حاكم ج ۳ ص ۴۹۳)

(2) آپ کے مدینہ منورہ میں کئی مکان تھے، ایک مکان آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ۴ ہزار میں فروخت کیا تھا۔ (أسدالغابہ ج ۲)

حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ

(1) آپ بصرہ کے حکمران تھے، معقول تنخواہ پاتے تھے۔ علاوہ ازیں بارہ ہزار جریب زمین کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت و فیاضی بہت مشہور تھی، بڑے مہمان نواز تھے، آپ کا لنگر ہر وقت کھلا رہتا، غرباء کا بہت خیال رکھتے تھے۔

(30) حضرت خباب رضی اللہ عنہ

(1) آپ تلواریں بنانے کا کام کیا کرتے تھے۔ ابتدائی زمانہ تو عسرت سے گزرا مگر جب اللہ نے خوشحالی دکھائی تو اتنی دولت کمائی کہ صدقہ خیرات کرنے کے بعد جب آپ نے وفات پائی تو چالیس ہزار درہم پس انداز تھے۔ (كنز العمال ج ۵، ابن سعد ج ۳)

(31) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

(1) آپ کے مال و دولت کا صرف اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ کے اسی (۸۰) صحابہ رضی اللہ عنہم کو روزانہ اپنے ساتھ کھانا کھلایا کرتے تھے۔ اسی آدمیوں کو اپنی جیب سے روزانہ کھانا کھلانا کوئی معمولی بات نہیں۔ (کنز العمال)

(32) حضرت یعلی بن سہیل رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کو کاروباری سلسلے میں ایک دفعہ کچھ روپے کی ضرورت پیش آئی تو ایک مکان (جو رہائشی مکان سے بہت معمولی تھا) فروخت کر دیا جس کی قیمت ایک لاکھ درہم وصول ہوئی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۴۴۵)

(33) حضرت صعصعہ رضی اللہ عنہ

آپ بہت متمول، خدا ترس اور فیاض واقع ہوئے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں جبکہ عرب میں دختر کشی کا عام رواج تھا اور لوگ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی تنگ قرابت سے بچنے کے لیے زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اس وقت بھی آپ رضی اللہ عنہ کی خدا ترسی اس معصوم طبقہ کی پرورش کے لیے کھلی تھی۔ آپ لوگوں سے وہ لڑکیاں خرید لیتے، پھر ان کی پرورش کرتے اور بیاہ دیتے۔ آپ نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ۳۶۰ دفن ہونے والی لڑکیاں' فی لڑکی چار چار' پانچ پانچ اونٹ دے کر خریدی ہیں' کیا مجھے اس کا کوئی اجر ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں تجھے اللہ نے اسلام سے نوازا ہے۔ اس لیے تجھے بہت بڑا اجر ملے گا۔" (أسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱)

(34) حضرت ارقم بن ابو ارقم رضی اللہ عنہ

(1) آپ بہت بڑے جاگیردار تھے مگر بایں ہمہ اصل ذریعہ معاش تجارت ہی

تھا۔ اگرچہ آپ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی مگر آپ کا مکہ مکرمہ والا مکان ایک تاریخی حیثیت رکھتا تھا اور اتنا وسیع اور عالی شان تھا کہ آپ کے ایک پوتے نے اس کا صرف ایک حصہ (جو اس کو شرعی طور پر ملتا تھا) سترہ ہزار دینار میں فروخت کیا تھا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۷۳)

(35) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

(1) آپ کو دربار خلافت سے تین ہزار وظیفہ ملتا تھا اور اس کے علاوہ وادی قریٰ میں خاصی جائیداد بھی تھی جس کا انتظام آپ خود کیا کرتے تھے۔

(ابن سعد ج ٤ ص ٥٠)

(2) آپ کے کھجوروں کے بہت سے باغات بھی تھے جس میں خاص خاص قسم کے اعلیٰ درخت تھے۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ آپ کے باغ میں ایک ایک درخت ہزار ہزار درہم کی قیمت کا تھا۔

(36) حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ

(1) آپ بہت دولتمند تھے مگر پیسہ سوچ بچار کر خرچ کرتے تھے۔ انتقال پر ہزاروں کی تعداد میں مویشی چھوڑے۔ ۳۲ لڑکے تھے۔ کئی کئی ہزار مویشی ایک ایک کے حصہ میں آئے۔ (اصابہ ج ٥)

(37) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ

(1) آپ بڑے دولتمند تھے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آپ ہی نے چار سو میں خرید ا اور اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔ آپ کے تمول کا

اس سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ ایک حج پر ایک سو اونٹ ایک ہزار بکرے قربانی دیے تھے اور ایک سو غلام بھی آزاد کیے تھے۔

(38) حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ

آپ نے انتقال پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے بچے چھوٹے ہیں اور چار ہزار قرض ہے۔ آپ نے میری جائیداد سے ادا کرنا ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ایک باغ جو بہت اعلیٰ اور شاداب تھا فروخت کرنے کی بجائے قرض خواہوں کو بلا کر ایک ہزار سالانہ قسط پر راضی کر لیا، گویا چار سال میں اس کا کل پھل فروخت کر کے ان کا تمام قرض ادا کر دیا اور جائیداد ساری کی ساری بچ گئی۔ (سیرت الصحابہ رضی اللہ عنہم)

(39) حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ

(1) آپ رضی اللہ عنہ رئیس ابن رئیس تھے۔ اسلام لانے کے بعد یہ عہد کر لیا تھا کہ جتنی لڑائیاں میں اسلام کی مخالفت میں لڑ چکا ہوں ان سے دگنی رقم اب اللہ کی راہ میں خرچ کروں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا اور کبھی ایک حبہ (دانہ) تک بیت المال سے نہ لیا۔

(2) ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی حالت ذرا نرم دیکھی تو کچھ دینا چاہا مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا کہ اس حالت میں بھی میرے پاس دو ہزار دینار موجود ہیں۔ (أسد الغابہ ج ٤)

(40) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ

آپ قریش میں بہت زیادہ دولتمند تھے مگر دولت' قوم اور اسلام کے لیے

وقف تھی۔ خود زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲)

(41) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

(1) آپ ایک بہت بڑی جائیداد کے مالک تھے۔ مگر ساتھ ہی بڑے شاہ خرچ واقع ہوئے تھے۔ قرض زیادہ ہو گیا تو حضور سرور عالم ﷺ نے آپ کی جائیداد ورٹ آف وارڈ کر لی تاکہ ضائع نہ ہونے پائے۔

وضاحت:

تھوڑے سے وقت میں تاریخ کی چند کتابوں کا مطالعہ کرنے پر جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات جمع ہو سکے وہ ''مشتے نمونہ'' کے طور پر اس مختصر رسالے کے لیے کافی ہیں۔ اگر بالاستیعاب (یعنی باقاعدہ طور پر) تاریخی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو سینکڑوں نہیں ہزاروں واقعات ایسے مل سکتے ہیں جن سے اسلاف کا تمول (مالدار ہونا) ثابت ہوتا ہے۔ اگر توفیق الٰہی شامل حال رہی تو ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشنوں میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا رہے گا بشرطیکہ احباب کرام بھی توجہ فرمائیں۔ خصوصاً وہ حضرات جو تاریخی ذوق رکھتے ہوں۔ اپنی اپنی معلومات کی بنا پر میرے علم میں اضافہ کریں اور جن بزرگوں کے حالات انہیں ملیں وہ لکھ کر میرے پاس بھیج دیں۔

کتابوں کی ورق گردانی کرتے کرتے اس سلسلے میں چند تابعین رحمھم اللہ کے حالات بھی مل گئے، چونکہ وہ بھی خیر القرون میں سے ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مختصر سا تذکرہ بھی کر دیا جائے کہ یہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔

جی چاہتا ہے عشق گزشتہ کا ماجرا
بیٹھا کوئی سنا کرے اور میں کہا کروں

دولت مند تابعین رحمۃ اللہ علیہم

(1) حضرت زین العابدین رحمہ اللہ

(1) انفاق فی سبیل اللہ، فیاضی اور دریا دلی، آپ کا خاص وصف تھا۔ آپ اللہ کی راہ میں بے دریغ دولت لٹاتے تھے۔ فقراء، مساکین اور اہل حاجت کی دستگیری کے لیے ہمیشہ آپ کا دست کرم دراز رہتا تھا۔ مدینہ منورہ کے نامعلوم کتنے غریب گھرانے آپ کی ذات سے پرورش پاتے تھے مگر کسی کو خبر تک نہ دیتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ آپ خفیہ طور پر سو گھرانوں کی مستقل کفالت کرتے تھے۔ (تہذیب الأسماء ج ١ ص ٣٤٣)

(2) آپ رات کے اندھیرے میں غلے کی بوریاں اپنی پیٹھ پر لاد کر غریبوں کے گھروں میں ڈال آیا کرتے تھے۔ وفات پر جب غسل دیا جانے لگا تو جسم مبارک پر نیل کے داغ نظر آئے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ ان بوریوں کے داغ ہیں جو آپ رات کے وقت خفیہ طور پر غرباء کے گھر پہنچایا کرتے تھے۔

(مختصر صفوۃ الصفوۃ ص ١٣٤)

(3) ایک بار آپ مسجد سے نکلے تو کسی مخالف نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا تم سچے ہو۔ مجھ میں تو اس سے بھی زیادہ برائیاں ہیں جو تم نے بیان کیں۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے میرے عیبوں

پر توجہ دلائی اگر کوئی ضرورت یا حاجت ہو تو بتاؤ میں تمھاری مدد کروں۔ اس کے بعد آپ اسے اپنے ساتھ لے گئے اور گھر میں پہنچ کر اسے ایک ہزار درہم کی تھیلی بطور شکریہ پیش کی جس سے وہ بہت ہی نادم ہوا اور کہہ اٹھا کہ واقعی آپ رسول اللہ ﷺ کی سچی اولاد ہیں۔ (مختصر صفوة الصفوة)

(4) ایک بار فرزدق نے جو مشہور شاعر تھا' ایک قصیدہ پڑھا جس پر آپ نے خوش ہو کر اسے بارہ ہزار درہم عطا فرمائے۔ (مختصر صفوة الصفوة)

(5) آپ نے عمر میں دو مرتبہ اپنا تمام اثاثۃ البیت نصف نصف کر کے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تھا۔ (ابن سعد ج ٥ ص ١٦٠)

(6) آپ لباس اکثر قیمتی پہنا کرتے تھے۔ سردیوں میں لومڑیوں کا سمور استعمال فرماتے۔ عام طور پر پچاس پچاس دینار کی قیمت کا لباس پہنا کرتے تھے جو دوسرے موسم میں بدل دیتے تھے (ابن سعد ج ٥ ص ١٦١)

(2) حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ

(1) آپ بہت مالدار تھے۔ لباس نہایت نفیس اور خوش رنگ استعمال کرتے تھے جو بہت قیمتی ہوتا تھا۔ وفات پر ایک لاکھ روپیہ چھوڑا جس میں نہ کسی کا کوئی حق تھا نہ ناجائز آمدنی کا ایک حبہ تھا۔ (تذکرة الحفاظ ج ١ ص ٨٥)

(2) آپ کسی عزیز سے روپیہ لینا اور اس کے زیر احسان ہونا بھی گوارا نہ فرماتے بلکہ اسے ناجائز سمجھتے تھے۔ سلمان بن قتہ کا بیان ہے کہ ایک بار عمر بن عبیداللہ نے آپ کی حالت ذرا نرم دیکھی اور میرے ہاتھ ایک ہزار دینار بھیجا مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں ایسی مدد نہیں لیا کرتا۔ (ابن سعد ج ٥ ص ١٤١)

(3) حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رحمہ اللہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیاوی حیثیت سے بہت مال دار بنایا تھا۔ تحدیث نعمت اور اظہار نعمت کے طور پر امیرانہ اور عیش و راحت کی زندگی بسر کرتے تھے، خوش لباسی کے بڑے شائق تھے۔ چار چار ہزار کی قیمت کا لباس استعمال کرتے تھے۔ مزاج میں نفاست اتنی تھی کہ ادنیٰ سی بات بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چار سو میں ایک کپڑا خریدا۔ درزی نے لباس قطع کرنے کے لیے اس پر مٹی سے نشان لگانا چاہا آپ نے اسے ڈانٹا اور پھر کافور منگوا کر اس سے نشان لگوایا۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۲)

(4) حضرت محمد بن مسلم زہری رحمہ اللہ

آپ کاروباری آدمی تھے اور بڑے فیاض تھے۔ حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے درہم و دینار کو زہری رحمہ اللہ کی نگاہ سے زیادہ کسی کی نگاہ میں بے وقعت نہیں دیکھا۔ وہ روپے کو اونٹ کی مینگنی سے زیادہ نہ سمجھتے تھے اسی کا نتیجہ تھا کہ بے دریغ روپیہ خرچ کرتے اور بار بار مقروض ہو جاتے تھے۔ ایک بار کسی نے کہا کہ آپ اتنا قرض کیوں لیتے ہیں؟ اگر مر گئے تو کیسے ادا ہوگا؟ جواب دیا کہ مجھ پر ہے کتنا؟ کل چالیس چالیس ہزار دینار تو قرض ہے۔ میرا ایک ایک غلام چالیس ہزار سے زیادہ قیمت کا ہے اور میرا وارث صرف ایک پوتا ہے۔ تو میں چاہتا ہوں کہ سب کچھ اللہ کی راہ میں دے کر جاؤں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۹)

(5) حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ

علم و فضل میں آپ نے جو نام پیدا کیا دنیا اسے جانتی ہے مگر ہمیں یہ بتانا ہے

کہ آپ بہت بڑے تاجر تھے اور تجارت میں حلت وحرمت کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ شاید ہی کوئی رکھ سکے۔

(1) ایک بار آپ نے غلہ خریدا جس میں اسی ہزار کا فائدہ ہوا مگر دل میں شبہ پیدا ہو گیا کہ اس منافع میں سود کا کچھ شائبہ ہے اس لیے ساری رقم چھوڑ دی، حالانکہ اس میں مطلق ربا (سود) نہ تھا۔ (ابن سعد ج ۷ ص ۱٤٥)

(2) ایک دفعہ چالیس ہزار کا غلہ خریدا، بعد میں اس کے متعلق کچھ ایسی باتیں معلوم ہوئیں جنھیں وہ مکروہ سمجھتے تھے اس لیے سارے کا سارا غلہ خیرات کر دیا۔ (ابن سعد)

(3) ایک بار چالیس ہزار روپیہ کا روغن زیتون خریدا، کسی ٹین میں سے چوہا نکل آیا، پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ کولہو میں چوہا گر گیا تھا۔ یہ معلوم کر کے سارے کا سارا تیل پھینکوا دیا، تاکہ کسی کو مکروہ مال دے کر گناہ گار نہ بن جاؤں۔ (تهذيب الأسماء ج ١ ص ٨٤)

(4) ابن عون رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب ابن سیرین رحمہ اللہ کے پاس کوئی کھوٹا سکہ آتا تو وہ اس سے نہ کوئی چیز خریدتے نہ کسی کو دیتے کہ اسے نقصان پہنچے گا، چنانچہ آپ کی وفات پر اس قسم کے پانچ سو بیکار سکے برآمد ہوئے۔

(5) آپ وفات پر چالیس ہزار کے مقروض تھے۔ بیٹے سے عہد لیا کہ سب سے پہلے میرا قرض ادا کرنا پھر جائیداد تقسیم کرنا۔ (تهذيب الأسماء)

(6) حضرت یونس بن عیینہ رحمہ اللہ

آپ اپنے زمانے کے بڑے محدث اور چوٹی کے عالم تھے۔ ذریعہ معاش تجارت تھا، ریشمی کپڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ آپ کاروباری دیانت میں اتنا مبالغہ کرتے تھے، یعنی اس قدر زیادہ دیانت دار تھے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔

(1) ایک بار ایک خاص مقام پر ریشم کا نرخ بہت چڑھ گیا تھا۔ آپ کو معلوم ہوا تو ایک دوسرے ریشم و پارچہ فروش سے تیس ہزار کا ریشم خریدا جب سودا ہو چکا تو دیانتداری کے طور پر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ فلاں مقام پر ریشم کا نرخ بڑھ گیا ہے؟ اس نے کہا: اگر مجھے علم ہوتا تو میں آپ کو اتنا ارزاں کیوں دیتا۔ آپ نے فرمایا: اچھا اپنا مال واپس لے لو، میں تمہیں دھوکہ سے نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ (تهذيب التهذيب ج ۱۱ ص ٤٤٣)

(2) ایک دفعہ ایک عورت آپ کے پاس ایک ریشمی چادر فروخت کرنے کے لیے لائی۔ آپ نے پوچھا کیا لو گی؟ اس نے کہا ساٹھ درہم۔ آپ نے اپنے ایک ہمسایہ تاجر کو چادر دکھائی اور پوچھا کہ یہ کتنی قیمت کی ہوگی؟ اس نے کہا کہ ۱۲۰ درہم کی ہوگی۔ آپ نے عورت سے کہا کہ بڑھیا تو غلطی کھا رہی ہے، چادر ۶۰ درہم کی نہیں بلکہ ۱۲۰ درہم کی ہے اگر منظور ہو تو ۱۲۰ درہم لے جاؤ۔ (تهذيب التهذيب)

(3) ایک مرتبہ ایک شخص ایک ریشمی جبہ لایا اور پانچ سو قیمت طلب کی۔ آپ کی نگاہ میں وہ بہت زیادہ قیمت کا تھا، چنانچہ خود بخود آپ نے اسے دو ہزار درہم دے دیے۔ (تذكرة الحفاظ ج ۱ ص ۱۳۰)

(7) حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ

آپ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے تمول (دولت مندی) کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، آپ نے انھیں کی وراثت پائی تھی۔ نہایت فیاض اور سیر چشم تھے۔ آپ کی فیاضی اتنی بڑھ گئی تھی کہ ایک لاکھ کے مقروض ہو گئے اور یہ قرض خاندان کی چند شادیوں کی وجہ سے ہو گیا تھا کہ ان میں بڑی شاہ خرچی سے کام لیا گیا مگر جائیداد خاصی تھی اس لیے قرض کی پروانہ تھی۔

(تاریخ خطیب ج ۱۴ ص ۱۳۹)

(8) حضرت مکحول دمشقی رحمہ اللہ

آپ اپنی ساری آمدن مجاہدین اسلام میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ کو دس ہزار اشرفیوں کی خطیر رقم ملی، وہ بھی مجاہدین کو دے دی اور ان کو گھوڑے خریدنے کے لیے پچاس پچاس اشرفیاں الگ دیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۶)

(9) حضرت فروخ رائی رحمہ اللہ

پہلے غلام تھے پھر آزاد ہوئے۔ آپ نے بہت دولت کمائی اور وہ قریب قریب علم ہی کی نشر و اشاعت میں خرچ کی جس کا ادنیٰ ترین اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنے صاحبزادے ربیعہ کو تعلیم دلانے پر تیس ہزار اشرفیاں خرچ کیں۔ بیوی سے ذکر ہوا تو فرمایا فکر نہ کرو ابھی چار ہزار اشرفیاں میرے پاس اور بھی موجود ہیں۔ (تاریخ خطیب ج ۸ ص ۴۲۱)

(10) حضرت عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ

آپ کو دو ہزار دینار تنخواہ ملتی تھی۔ (ابن خلکان جلد ۱ ص ۲۴۴) بڑے فیاض اور اعزہ شناس تھے۔ جب ان کا کوئی عزیز رشتہ دار قرض چھوڑ کر مر جاتا تو آپ اپنی جیب سے اس کا قرض ادا کیا کرتے تھے۔ یعنی دولت مند تھے اور سخی بھی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۰)

(11) حضرت عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ

آپ بڑے مخیّر اور فیاض تھے، مجاہدین اسلام کی خدمت کا خاص شوق تھا۔

آپ کو دو ہزار دینار وظیفہ ملتا تھا یہ جس وقت ملتا اسی وقت راستے میں گھر آتے آتے سب خرچ کر آیا کرتے تھے۔ ایسی مثالیں آپ کو تاریخ اسلام کے علاوہ اور کہیں نہیں مل سکتیں۔ (ابن سعد ص ۷۵)

(12) حضرت ابواسحاق سبیعی رحمہ اللہ

آپ کے دادا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پندرہ ہزار پانچ سو وظیفہ پاتے تھے اور باقی اہل وعیال کا سو سو روپیہ وظیفہ تھا۔ ان کو اور ان کے والد عبداللہ رحمہ اللہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تین تین سو ملتا رہا۔ زندگی نہایت آرام سے گزری۔ (ابن سعد ج ۶ ص ۳۱۶)

(13) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

دور خلافت میں عدل و انصاف کے علاوہ آپ کی پرائیویٹ زندگی میں جو سادگی اور درویشی دکھائی دیتی ہے وہ یقیناً کسی ولی اللہ سے کم نہیں مگر ایام خلافت سے پہلے آپ کی زندگی بڑے عیش وتنعم اور شان وشوکت میں گزری۔ آپ کا اپنا بیان ہے کہ مجھے قیمتی لباس، عیش و آرام اور عطریات کا ازحد شوق تھا اور میں نے اس شوق کو اتنا پورا کیا کہ میرے دور میں شاید کسی کو ایسی زندگی نصیب نہ ہوئی ہو گی۔ آپ چار سو روپیہ کی قیمت کا کپڑا پہنا کرتے تھے اور جب ایک بار پہن لیتے تو پھر دوسری بار استعمال نہ کرتے تھے۔ خوشبو کے لیے نمک کی طرح عنبر استعمال فرمایا کرتے تھے۔

یہ سب کچھ ذاتی اور آبائی تمول کا نتیجہ تھا مگر جونہی خلیفہ ہوئے، یعنی حکومت ملی تو آپ نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ لباس بقدر ستر پوشی (صرف پردہ ڈھانپنے) کے لیے اور غذا بقدر ''قُوت لایموت'' (بالکل معمولی) رہ گئی۔ اس حیثیت سے آپ کی

زندگی ایک بے نظیر زندگی تھی اور اس شعر کی پوری آئینہ دار تھی ؎

آں مسلمانِ کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند

(14) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

اگرچہ ابھی بہت سے تابعین رحمھم اللہ کے حالات باقی ہیں مگر ہم طوالت کے خوف سے اب مضمون کو تبرکاً و تیمناً حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مبارک حالات پر ختم کرتے ہیں تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ حضرت نعمان بن ثابت رحمہ اللہ بھی دیگر ائمہ ہدیٰ کی طرح بہت بڑے متمول اور تاجر تھے۔ آپ کے مختصر حالات سیرت النعمان علامہ شبلی رحمہ اللہ اور مناقب النعمان، عقود المرجان، خیرات الحسان، (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) وغیرہ کتب سے اخذ کر کے درج کیے جاتے ہیں۔

(1) آپ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے اور دور دراز شہروں میں آپ نے گماشتے مقرر کر رکھے تھے۔ لاکھوں کا لین دین تھا۔ بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا اور کاروباری دیانت کے باعث آپ اطراف واکناف میں مشہور تھے۔

(2) ایک دفعہ آپ نے اپنے منشی ''حفص بن عبدالرحمٰن'' سے کہا کہ ''دیکھو یہ ریشمی تھانوں کی گٹھ کچھ داغدار سی ہے، جب بیچو تو خریدار کو آگاہ کر دینا اور اس کے دام بھی کچھ کم لینا تاکہ خریدار کو نقصان نہ پہنچے۔'' مگر حفص بھول گئے اور گٹھ پوری قیمت پر نکل گئی۔ چند روز کے بعد جب آپ نے حساب لیا تو معلوم ہوا کہ غلطی سے ملازم نے اس کی پوری قیمت وصول کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا اب اس کی ساری قیمت (جو تیس ہزار درہم ہے) فقراء اور مساکین میں بانٹ دو۔ میں اس مشکوک مال کو اپنے طیب

مال میں شامل نہیں کر سکتا۔"

(3) ایک بار ایک عورت آپ کے پاس خز (ریشمی کپڑے) کا ایک تھان لے کر آئی۔ آپ نے قیمت پوچھی۔ اس نے کہا کہ سو درہم ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ تو پانچ سو درہم کا ہے اگر یہ مجھے دینا ہو تو پانچ سو درہم لے لو۔ وہ سمجھی کہ آپ مذاق کر رہے ہیں مگر آپ نے پانچ سو درہم نکالے اور اسے دے دیے اور فرمایا کہ "تمہاری غلطی سے میں ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا۔"

(4) ایک بار کچھ لوگ آپ سے ملنے آئے۔ ان میں سے ایک شخص ظاہراً شکستہ حال معلوم ہوتا تھا جب سب رخصت ہو گئے تو آپ نے اسے کہا: ذرا ٹھہرو، پھر اندر گئے اور ایک ہزار درہم کی تھیلی لا کر پیش کی اور فرمایا یہ لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔ اس نے عرض کی: حضرت! میں دولت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر دولت مند ہو تو حالت خستہ کیوں بنا رکھی ہے؟ اس سے دوسروں کو خواہ مخواہ شبہ ہوتا ہے۔

(5) آپ قیمتی لباس پہنا کرتے تھے اکثر خوش لباس رہتے۔ سنجاب اور قاقم جیسے قیمتی کپڑوں کے جبے استعمال کیا کرتے تھے۔ ٹوپی خصوصاً بہت قیمتی ہوتی تھی۔ دیگر رؤسا کے پاس صرف ایک آدھ درباری ٹوپی ہوتی مگر آپ کے پاس بارہ ٹوپیاں تھیں جو ہزاروں روپیہ مالیت کی تھیں۔

(6) ابو مطیع بلخی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن آپ کو سادہ لباس میں دیکھا مگر اس دن بھی آپ ایسی قمیص اور چادر پہنے ہوئے تھے جن کی قیمت چار چار سو درہم تھی۔

(7) نضر بن محمد کا بیان ہے کہ ایک دن آپ کہیں جا رہے تھے، راستے میں میرا مکان تھا، فرمایا: اگر کوئی چادر ہو تو دینا میں گھر سے لانا بھول گیا۔ میں نے اچھی سے اچھی چادر پیش کر دی، واپس آئے تو چادر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ناحق مجھے اس کی وجہ سے شرمندہ ہونا پڑا۔ میں حیران ہوا کہ اتنی قیمتی چادر جو میں نے پانچ دینار میں خریدی تھی، پتہ نہیں امام صاحب کی نگاہ میں کیوں نہیں جچی؟ اتفاقاً دوسرے روز میں آپ کے ہاں گیا تو دیکھا کہ آپ ایک چادر اوڑھے بیٹھے ہیں جس کی قیمت تیس دینار کے قریب ہے۔ جب میں نے اس سے بھی زیادہ قیمت کی چادریں آپ کے ہاں دیکھیں تو میرا استعجاب (تعجب) جاتا رہا۔

(8) آپ بڑے فیاض، علم نواز اور حق شناس تھے۔ آپ کے عہد میں ابراہیم نامی ایک بہت بڑے عالم تھے جو چار ہزار قرض کے نیچے دب گئے اور اسی ندامت کی وجہ سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ ان کے ایک دوست نے چاہا کہ چندہ کر کے کسی طرح ان کا قرض اتار دیا جائے، چنانچہ وہ اسی سلسلے میں آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ ''اور کسی سے چندہ نہ مانگو، اس میں ان کی فضیحت ہے۔ چار ہزار مجھ سے لے جاؤ اور چپکے سے قرضہ ادا کرو۔'' اللہ کرے ہمارے دولت مندوں کو بھی یہ شوق نصیب ہو۔

(9) ایک دفعہ آپ کسی بیمار کی عیادت کو جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص ملا جو ان کا مقروض تھا وہ آپ کو دیکھ کر کترا گیا اور راستہ بدل لیا۔ آپ نے بھی بھانپ لیا اسے آواز دی، وہ ٹھہر گیا۔ پوچھا کہ تم نے مجھے دیکھ کر راستہ کیوں کاٹا؟ اس نے عرض کی میں نے آپ کا دس ہزار روپیہ دینا ہے جو بطور قرض لیا تھا، چونکہ تنگ دستی کی وجہ سے ادا نہیں کر سکا، اس لیے شرم

کے مارے آپ کے سامنے نہیں آتا، آپ نے فرمایا: ''اچھا یہ بات ہے، مجھے تو اس کا خیال بھی نہیں تھا۔ جاؤ میں نے اللہ کی رضا کے لیے قرض معاف کر دیا مگر تم میل جول کے سابقہ تعلقات نہ توڑو۔''

(10) اسی طرح عبداللہ سہمی رحمہ اللہ جو آپ کے دوست تھے۔ ایک بار حج میں آپ کے ساتھ تھے کہ کسی قرض خواہ نے عبداللہ کو آ لیا۔ عبداللہ نے کہا: ابھی میرے پاس کچھ نہیں جب ہو گا دے دوں گا۔ اس نے برا بھلا کہا، امام صاحب کو معلوم ہوا تو اس کا سارا قرضہ ادا کر دیا اور فرمایا کہ ''ہم دوستوں کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔'' اللہ ہمیں بھی ایسے احترام آدمیت کی توفیق بخشے۔

(11) آپ علماء، شیوخ اور محدثین کی بکثرت خدمت کرتے تھے اور جو طلباء تحصیل علم کے لیے آپ کے پاس آتے، آپ ان کے وظائف مقرر کر دیتے تھے تاکہ وہ اطمینان سے علم حاصل کر سکیں۔

(12) اہل علم کی قدردانی کا اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے کہ جس عالم کے پاس آپ نے اپنے صاحبزادے حماد کو پڑھنے کے لیے بٹھایا۔ جب اس نے حماد کو الحمد شریف ختم کرائی تو آپ نے پانچ سو درہم ان کی نذر کیے۔

(13) اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو علم وفضل اور مال عطا فرمایا تھا وہاں استغنا بھی حد سے زیادہ تھا۔ ایک بار حرہ زوجہ شاہ منصور نے پچاس ہزار کی تھیلی بھیجی۔ آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، اللہ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ فالحمد للّٰہ علی ذالك۔

دولت مند امہات المومنین رضی اللہ عنہن

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اگر گرامی قدر صحابیات رضی اللہ عنہن کو دیکھا جائے اور ان کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی کافی متمول تھیں۔ صحابیات ہماری طرح خاوند ہی کی دولت اور کمائی کی محتاج نہ رہتی تھیں بلکہ وہ الگ بھی اپنا کاروبار کر لیا کرتی تھیں اور اپنی دولت کی (جو انھیں ماں باپ کی طرف سے بطور جہیز یا ترکہ یا خاوند کی طرف سے بطور مہر ملا کرتی تھی) آپ مالک ہوتی تھیں اور اسے کاروبار یا تجارت میں لگا کر بڑھاتی رہتی تھیں اور اسے معیوب نہ سمجھتی تھیں۔

اس دعویٰ کی دلیل میں ہم بہت سی صحابیات کے حالات پیش کر سکتے ہیں، مگر فی الحال صرف امہات المومنین رضی اللہ عنہن ہی کا مختصر تذکرہ بطور نمونہ پیش کیے دیتے ہیں۔ تفصیلی حالات آئندہ ایڈیشن میں پیش کیے جائیں گے۔

(1) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

آپ کی دولت سے کون واقف نہیں؟ آپ لاکھوں روپے کی واحد مالکہ تھیں۔ بیوہ ہو جانے کے بعد آپ نے اپنا کاروبار بدستور جاری رکھا۔ عرب کے بڑے بڑے تاجر آپ کے ایجنٹ تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قبل از نبوت آپ ہی کے روپے سے تجارت شروع کی تھی اور یہی تجارت نکاح کا سبب بنی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئیں تو مختلف روایات کے بموجب بے بہا روپیہ آپ نے اسلام کی

نشر واشاعت پر خرچ کیا۔

(2) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

(1) آپ کی دولت مندی کا یہ حال تھا کہ آپ نے اپنی زندگی میں مختلف اوقات میں ۶۷ غلام خرید کر آزاد فرمائے تھے۔

(2) حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار ایک دن میں ۷۰ ہزار درہم خیرات کیے تھے اور یہ وہ دن تھا جبکہ ان کا کرتہ پھٹ چکا تھا۔ خادمہ نے عرض کی کہ ایک کرتہ تو بنوا لیجیے: فرمایا اسے پیوند لگا لوں گی کام دے جائے گا۔ یہ درہم مساکین کے کام آئیں گے۔

(3) ''مدارج النبوت'' میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے آپ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے آپ نے سب کے سب اسی روز اللہ کی راہ میں خرچ کر دیے اور اس روز آپ کا روزہ بھی تھا۔ شام کو لونڈی نے سوکھی روٹی سامنے رکھ دی اور کہا کہ اگر سالن کے لیے کچھ بچا لیا جاتا تو میں سالن بھی تیار کر لیتی۔'' فرمایا: ''مجھے تو خیال نہیں رہا اگر تو یاد دلا دیتی تو کچھ رکھ لیتی۔''

(3) حضرت زینب رضی اللہ عنہا

آپ بھی بہت متمول اور دست سخا کی مالکہ تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ ''تم میں سے وہ عورت مجھے جلد آ کر ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔'' پہلے تو ہم نہ سمجھ سکیں کہ لمبے ہاتھ سے کیا مراد ہے؟ مگر بعد میں سمجھ لیا کہ لمبے ہاتھ والی سے مراد سخاوت کرنے والی خاتون ہے، پھر ہم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر سخاوت کرنے لگیں مگر سب

سے زیادہ سخی زینب رضی اللہ عنہا ثابت ہوئیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ کی محنت سے کماتیں اور جو رقم آتی وہ اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔

(4) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ بھی بہت متمول تھیں۔ اکثر صدقہ خیرات بھی کرتیں، زندگی بھر صدقہ خیرات کرنے کے باوجود جب انتقال فرمایا تو ایک لاکھ کا ترکہ چھوڑا۔

(5) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کے پاس کئی شاندار مکان تھے جن کا کرایہ آتا تھا۔ آپ اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ تبلیغی کاموں میں خرچ کیا کرتی تھیں، چنانچہ آپ کی سعی جمیلہ سے سات سو عورتیں دائرہ اسلام میں داخل ہوئی تھیں اور بڑی تنگ دست عورتوں کو سہارا ملا۔

مرد ہوں یا خواتین ان کے لیے روپیہ پیسہ جمع کرنا یا کوئی جائیداد بنانا منع نہیں۔ منع بخل اور کنجوسی سے کام لینا ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں پیسہ خرچ کیا جائے تو پھر جمع کرنے کی اجازت ہے۔ مسلمانوں کو تنگ دست اور محتاج نہیں بلکہ دولت مند اور فیاض ہونا چاہیے۔ اسلام کی یہی تعظیم ہے۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے یہ سبق لینا چاہیے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ آپ کے پاس روپیہ پیسہ ہوگا تو زکوٰۃ 'صدقات دیں گے، حج کریں گے، عزیزان کے حقوق ادا کریں گے۔ اس لیے روپیہ پیسہ ہونا، جائیداد بنانا، عزت کی زندگی گزارنا بہتر اور ایک بندۂ مسلم کی شایان شان ہے۔

دولت مند علماء و صوفیاء رحمۃ اللہ علیہم

عام طور پر مشہور ہے کہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ دولت سے بہت بے زار ہوتے ہیں اور فقر و فاقہ اور غربت و افلاس کو بہت محبوب رکھتے ہیں مگر جیسا کہ ہم ابتداء میں یہ بتا چکے ہیں کہ یہ نظریہ غلط ہے اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اب ہم دکھانا چاہتے ہیں تھوڑی فرصت نکال کر دیکھو اور کھلے دل سے مطالعہ کرو کہ تاریخ ان کے متعلق کیا پتہ دیتی ہے؟

(1) حضرت قیس بن سعد رحمہ اللہ

حضرت قیس بن سعد رحمہ اللہ کی تونگری، دولت مندی اور خوشحالی تو ضرب المثل ہے۔ آپ کی عظیم المرتبت فیاضیوں کا یہ عالم تھا کہ آپ سے ایک بار کثیر بن صامت نے تیس ہزار درہم بطور قرض لیے اور کچھ عرصہ بعد جب واپس کرنا چاہے تو حضرت قیس رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ ''ہم جب ایک بار کوئی چیز کسی حاجت مند کو دے دیا کرتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیا کرتے۔''

(2) حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ

(1) مشاہیر صوفیاء میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کی ذات گرامی بھی محتاج بیان نہیں۔ آپ کی سیرت سے آپ کی دولت و ثروت اور شوکت وصولت

بھی اظہر من الشمس ہے۔ آپ ہمیشہ شاہانہ تزک و احتشام (بڑی شان و شوکت) سے رہتے تھے۔ موتیوں کی تجارت کیا کرتے تھے، اسی لیے آپ کو حسن لؤلؤی (موتیوں کا کاروبار کرنے والے حسن) کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

(3) حضرت حماد رحمہ اللہ

حضرت حماد رحمہ اللہ جن کا شمار مجتہدین کی صف اول میں ہوتا ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، ان کے تمول کا یہ عالم تھا کہ ہر ماہ رمضان میں پانچ سو روزہ داران کے دستر خوان پر روزہ افطار کیا کرتے تھے۔ مفلس اور غریب آدمی تو یہ کام نہیں کرسکتا۔ علماء کو بھی ایسا ہی بننا چاہیے۔

(4) امام لیث رحمہ اللہ

امام لیث رحمہ اللہ جو مصر کے مشہور معروف ائمہ میں شمار کیے جاتے ہیں ان کی سالانہ آمدنی اسی ہزار دینار یعنی آٹھ لاکھ روپیہ تھی۔

(الرحمۃ النبشیہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ)

(5) امام رائی رحمہ اللہ

(1) ربیعہ بن فروخ الملقب بہ امام رائی، جلیل القدر عالم اور مشہور تاجر تھے۔ آپ کے باپ فروخ بڑے علم دوست تھے۔ حضرت فروخ عام طور پر تجارت کے سلسلے میں باہر رہتے مگر بیوی سے کہہ رکھا تھا کہ بیٹے کی تعلیم کا خیال رکھنا اور اس کی تعلیم و تربیت پر جتنی دولت خرچ ہو اس کی پروانہ کرنا،

چنانچہ بیوی نے بیٹے کی تعلیم پر تیس ہزار اشرفیاں خرچ کیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا اور ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی۔

(6) شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ

سید الاتقیاء حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کے نام نامی و اسم گرامی سے کون مسلمان واقف نہیں؟ ان کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا تمول اور تجمل حد سے بڑھا ہوا تھا۔ آپ رحمہ اللہ کے پاس بڑے قیمتی اور خوبصورت گھوڑے ہوتے تھے۔ یہاں تک لکھا ہے کہ آپ کے گھوڑے طلائی اور نقرئی میخوں سے بندھا کرتے تھے اور گھوڑوں کی گردنوں میں سونے کے ہار ہوا کرتے تھے۔

(7) حضرت یحییٰ برمکی رحمہ اللہ

(1) حضرت یحییٰ برمکی کی خیرات و سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک بار انہیں یہ اطلاع پہنچی کہ علامہ ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی جو صاحب علم و فضل ہونے کے علاوہ بہت بڑے تاجر تھے، ایک لاکھ کے خسارے میں آ گئے ہیں۔ آپ خفیہ طور پر روزانہ اپنے خادم کے ذریعے سے ان کے مکان پر ایک ایک ہزار کی تھیلی بطور نذرانہ بھیجتے رہے تاکہ وہ اس خسارے سے کبیدہ خاطر نہ ہونے پائیں۔ پھر ایک بار دو لاکھ درہم اور ایک عظیم الشان مکان مع سامان انہیں مرحمت فرمایا۔ (تاریخ بغداد)

(2) علامہ ابن خاکان نے لکھا ہے کہ کسی نے حضرت یحییٰ برمکی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟"

انھوں نے کہا کہ ''اللہ نے مجھے حضرت سفیان کی دعا کی بدولت بخش دیا ہے کیونکہ میں ایک ہزار درہم ماہوار حضرت سفیان رحمہ اللہ کو دیا کرتا تھا۔ وہ میرے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔'' مطلب یہ کہ آپ چھپ چھپ کر ضرورت مند اصحاب کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ اللہ ہمارے ارباب دول کو بھی ایسی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(8) حضرت فضل برمکی رحمہ اللہ

(1) حضرت فضل برمکی رحمہ اللہ کے تمول اور سخاوت کا ذکر جگہ جگہ ''ابن خلکان'' میں ملتا ہے۔ ایک بار کسی نے آپ کو بتایا کہ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ جو بہت بڑے عالم ہیں مقروض ہو گئے ہیں۔ آپ نے سنا تو اپنے خادم کے ساتھ چار لاکھ درہم اس شخص کے پاس بھیجے اور لکھا کہ چونکہ آپ نے مجھے حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کے حالات سے اطلاع دی ہے اس لیے بطور شکریہ ایک لاکھ آپ کے لیے اور تین لاکھ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کے لیے بھیج رہا ہوں تاکہ وہ قرض ادا کر سکیں۔ یہ ہیں وہ دولت مند جو علمائے کرام کی خدمت کیا کرتے تھے اور ان کا بیش از بیش خیال رکھتے تھے۔

(2) ایک دن آپ شاہانہ رعب و داب سے جا رہے تھے کہ حضرت عمرو تمیمی رحمہ اللہ نے سلام کیا۔ آپ نے آہستہ سے جواب دے دیا لیکن حضرت عمرو تمیمی رحمہ اللہ نے نہ سنا اور برا منایا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو کہا: میں نے جواب ضرور دیا تھا البتہ آہستہ دیا تھا۔ آپ نے خادم کو بلا کر حکم دیا کہ دس لاکھ درہم لے جاؤ اور ان کی خدمت میں پیش کر کے میری طرف سے معذرت کرو۔

المختصر امام بیہقی رحمہ اللہ نے برامکہ کی فیاضی کے بہت سے قصے نقل کرنے کے

بعد لکھا ہے کہ اس خاندان کے ارکان رات کے وقت شہر کے گلی کوچوں میں پھرا کرتے تھے اور ان کے غلام روپوں کی تھیلیاں اٹھائے ہوئے ساتھ ساتھ ہوتے تھے اور جہاں جہاں کسی حاجت مند کا پتہ چلتا وہیں اس کو تھیلی دے دیتے، ہر تھیلی میں ہزار ہزار دو دو ہزار تک رقم ہوتی تھی۔

(9) شیخ محمد عبدہٗ مصری رحمہ اللہ

شیخ محمد عبدہٗ (مصر کے جلیل القدر عالم اور مفتی تھے) کی سالانہ آمدنی لاکھوں روپے تھی۔ آپ اپنا مستقل کاروبار بھی کرتے تھے جس میں اللہ نے بہت برکت دے رکھی تھی۔

دوستو! تاریخ پڑھو تو معلوم ہوگا کہ ہم پر وہ وقت گزر چکا ہے کہ ہم تمول و تجمل، سخاوت و فیاضی میں سب پر گوئے سبقت (پہل) رکھتے تھے اور سب ہی ہمارا لوہا مانتے تھے مگر آج ہماری حالت کیا اور کیوں ہو رہی ہے؟ آپ کے سامنے ہے۔

ایک ہیں وہ جنھیں تصویر بنا آتی ہے
ایک ہیں ہم کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ

ہمیں دین اور دنیا دونوں کو ساتھ لے کر چلنا چاہیے۔ محنت کی عادت ڈالیں، کسی کام کو عار نہ سمجھیں، دولت کی وجہ سے تکبر نہ کریں اور سب کے حقوق برابر ادا کریں اور من حیث القوم ترقی کریں۔ اللہ رب العالمین ہمیں اس کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



دینی صحافت میں ایک منفرد نام

ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور

E-399 اندرون موچی گیٹ لاہور۔